حروفِ مدحت

اختر ہاشمی



حروفِ مدحت

(مناقب)

اختر ہاشمی

مدد کو آلِ عباؑ ہیں اختر نہ فکر دادِ سخن کی کرنا
یہ منقبت کی قبولیت ہے "حروفِ مدحت" چمک رہے ہیں

⌘ ⌘

حروفِ مدحت

⌘

اختر ہاشمی

⌘

الحسن پبلی کیشنز
۲۵۳-ایف رحمان پورہ لاہور-پاکستان

حروفِ مدحت

اختر ہاشمی

ناشر : ڈاکٹر شبیہ الحسن

طابع : شیخ عمران حیدر

مطبع : کوہ نور پرنٹنگ پریس، کچہت روڈ، لاہور

تعاون : انٹرنیشنل حسینیہ آرگنائزیشن کراچی (پاکستان)

سرورق : کوہ نور آرٹ سیکشن

کمپوزنگ : مظفر حسین

قیمت : ۲۰۰ روپے

یکے از مطبوعات

الحسن پبلی کیشنز، ۲۵۳-ایف رحمان پورہ، لاہور۔ پاکستان

انتساب

والدین (بابو جی اور باجی)

(خدا ان کی مغفرت کرے)

سید وحید الحسن ہاشمی صاحب

اور

ڈاکٹر سید محمد باقر زیدی صاحب

(خدا ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے)

⌘

اختر قلم و لوح کا فن باپ نے بخشا
اور ذوقِ ثنا مجھ کو مری ماں سے ملا ہے

⌘ ⌘

ترتیب

حمد

نعت

منقبت

(حضرت علی علیہ السلام)

(حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا)

(حضرت امام حسن علیہ السلام)

(حضرت امام حسین علیہ السلام)

(حضرت امام زین العابدینؑ)

(حضرت امام محمد باقر علیہ السلام)

(حضرت جعفر صادق علیہ السلام)

(حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام)

(حضرت امام رضا علیہ السلام)

(حضرت امام تقی علیہ السلام)

(حضرت امام نقی علیہ السلام)

(حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام)

(حضرت امام زمانہ علیہ السلام)

(حضرت عباس علیہ السلام)

(عید غدیر)

(مباہلہ)

⌘ ⌘

"حروفِ مدحت" پس منظر پیش منظر

اختر ہاشمی

عصرِ حاضر کی تیز رفتار زندگی میں شاعری کرنا اور اسے شائع کرانا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے تاہم جذبہ صادق ہو تو راہیں خود بخود آسان ہوتی جاتی ہیں میرے اولین مدحیہ شعری مجموعہ "حروفِ مدحت" کی یہی روداد ہے۔

میں نے ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جہاں رات دن شاعری میں گفتگو ہوتی تھی۔ میرے دادا، والد اور چچا کو ہزاروں اشعار ازبر تھے اور وہ موقع بہ موقع انہیں استعمال بھی کرتے تھے۔ میرے اندر شعروادب کا ذوق گھریلو ماحول نے پیدا کیا اور کثرت مطالعہ نے اسے جلا بخشی۔ میں نے بچپن ہی میں مختلف مشاعروں میں اپنا اصلاح شدہ کلام ترنم سے پڑھنا شروع کیا۔ کچھ احباب نے کلام اور کچھ نے ترنم کی وجہ سے حوصلہ افزائی کی۔ اجداد سے جو ذوقِ شعر ملا تھا چچا نے اسے صیقل کیا۔ والد گرامی کی رحلت کے بعد عم محترم نے میری انگلی تھامی، رموزِ شاعری سکھائے اور چھوٹی چھوٹی باتوں سے بڑے بڑے نکات کی تفہیم سکھائی۔ "حروفِ مدحت" دراصل انہی کے فیضِ نظر کی عطا ہے۔

"حروفِ مدحت" کی تخلیق کی کہانی بڑی طویل ہے۔ میرے وہم و گماں میں بھی نہیں تھا کہ میں جگر لخت لخت کو کبھی مجتمع کر سکوں گا۔ یہ تو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ذکر کی برکت ہے کہ انہوں نے کلام بھی عطا کیا اور اس مجموعے کی اشاعت کا حوصلہ بھی بخشا۔ میں یقینِ کامل سے کہتا ہوں کہ روزِ حشر میرے یہ حروفِ مدحت میری بخشش کا ذریعہ بنیں گے۔ بس یہی ہے اس کتاب کا پس منظر اور پیش منظر۔

اس کتاب کے آغاز میں ملک کے تین معروف ناقدین جناب سحر انصاری، جناب عبدالکریم خالد اور جناب تقی ہادی نے میرے کلام کا انتہائی محبت سے مطالعہ کیا ہے اور اس کے بارے میں اپنی بے لاگ رائے سے بھی نوازا ہے۔ میں صدق دل سے اس

تحسین و تجزیہ کے لیے ان احباب کا شکرگزار ہوں۔ میں اپنے محسنین امجد جاوید ہاشمی صاحب' سید حسن امام ترمذی صاحب اور سید رضا شاہ جعفری صاحب کا بے انتہا ممنون اور متشکر ہوں۔

میرے شعری ذوق کو جلا بخشنے والوں میں بزرگ محترم سید شاہد نقوی صاحب کے علاوہ شاہان کراچی کے اختر حسین جونپوری' مولانا سید محمد رضا' فردوس علی ایڈووکیٹ' نعیم اختر زیدی' رضوی صاحب' حسنین خان' ابن رضا کاظمی' محسن عباس' شیخ لیاقت علی' اقبال مجیدی' شفقت جعفری' حاجی قاسم عباس' فضل امام' علی رضا' مولانا حسن حیدر نقوی اور حسین مرزا ہادی صاحب کے اسمائے گرامی اس وقت میرے ذہن میں گردش کر رہے ہیں۔ اسی طرح مرزا نواب حسین' احمد علی' طلدار کاظمی' وصی الحسن رضوی' غلام علی یوسف زیدی اور دیگر مرحوم دوستوں کی یادیں ہنوز میرے دل پر نقش ہیں۔ اسی طرح علی اور رضی نے میرے سوز کو ساز بنانے میں ہمیشہ میری دست گیری کی' میں ان کا بھی ممنون ہوں۔

اس کتاب کی تزئین و آرائش میرے لیے ایک مسئلہ تھی۔ جناب ذوالفقار ہاشمی' شیخ صفدر علی' ڈاکٹر شبیہ الحسن' جناب نواز حسن زیدی' جناب عباس رضا' جناب عمران حیدر شیخ' جناب تصور حسین' جناب شیخ محمد رضا نے میرے مسئلے کو حل کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے تمام مسائل حل کرے۔ اس کتاب کی ترتیب کے دوران میرے تمام بہن بھائیوں اور احباب نے میرے حوصلوں کو توانائی بخشی۔ میری اہلیہ اور بچے (اوصاف' الطاف' عرفان' نورالعین) میرے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں کہ میں ان کے عطا کردہ عزم و حوصلہ سے ادبی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر میرے گھر والوں کا تعاون شامل حال نہ ہوتا تو یہ کتاب منظر عام پر نہ آتی۔

اس کتاب کو میں اپنے والدین مرحومین اور عم محترم جناب سید وحیدالحسن ہاشمی اور برادر بزرگوار جناب ڈاکٹر محمد باقر زیدی کے نام معنون کر رہا ہوں۔ میں اپنے والدین کی رحلت کے بعد ان دو حضرات کو سب سے زیادہ محترم اور مکرم تصور کرتا ہوں۔ اگر یہ احباب میری اس ناچیز کاوش کو قبول فرمالیں تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت رائیگاں نہیں گئی۔

⌘

چند تاثرات

پروفیسر سحر انصاری

مدحت سرکار دو عالمؐ، مناقب اہل بیت و آئمہ اطہار کی روایت اردو ادب کا اہم سرمایہ ہے۔ عہد بہ عہد اس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس سرمائے کا جائزہ لیا جائے تو اسالیب و موضوعات کے تنوع پر حیرت بھی ہوتی ہے اور مسرت بھی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ شخصیات اور واقعات وہی ہیں لیکن ہر شاعر اپنی توفیق اور ریاضت فن، عقیدت اور فکر و آگہی کی بنیاد پر اپنے لئے تازگی بیان کا راستہ نکال ہی لیتا ہے۔

اختر ہاشمی ایک خوش فکر اور تازہ کار شاعر ہیں۔ ان کا تعلق ایک برگزیدہ علمی، ادبی و مذہبی گھرانے سے ہے جس میں علمائے کرام اور شعرائے عظام کی اچھی خاصی تعداد پائی جاتی ہے۔ اسلاف اور اخلاف دونوں نے نام پیدا کئے ہیں۔ سید وحید الحسن ہاشمی جنہیں بجا طور پر وحید العصر کا خطاب دیا گیا ہے، اختر ہاشمی کے عم محترم ہیں۔ مولانا سید محمد باقر زیدی جو حسینیہ سجادیہ کے توسط سے اپنے افکار و خیالات اور روحانی فیوض و کمالات سے ایک وسیع تر انسانی خدمت انجام دے رہے ہیں، اختر ہاشمی کے برادر بزرگ ہیں۔ تاہم سب سے زیادہ فیض اختر ہاشمی کو اپنے والدین سے پہنچا، جس کا اعتراف بڑے سلیقے سے انہوں نے ایک شعر میں یوں کیا ہے۔

اختر قلم و لوح کا فن باپ نے بخشا
اور ذوق ثناء مجھ کو مری ماں سے ملا ہے

اختر ہاشمی ایک اچھے شاعر کے ساتھ ساتھ ایک اچھے انسان بھی ہیں۔ میں نے

ان کی شخصیت میں خلوص' محبت' دردمندی کا عکس دیکھا ہے۔ ادب آداب' رکھ رکھاؤ ان کے مزاج کا خاصہ ہے جس میں کسی لمحہ کمی نہیں آنے پاتی۔ قدرت نے انہیں ایک اور وصف سے نوازا ہے۔ وہ ہے ان کا ترنم۔ نہایت خوش گلو شاعر ہیں۔ کلام پڑھتے ہیں تو محفل و مجلس پر چھا جاتے ہیں۔ ممکن ہے انہیں موسیقی کے رموز و نکات سے بھی واقفیت ہو۔ اس لئے کہ ان کے مصرعے رواں ترنم اور خوش آہنگ ہوتے ہیں۔ نعتوں' منقبتوں اور سلاموں کی زمینیں بھی بیشتر انہوں نے خود ہی وضع کی ہیں۔ طرح میں جو کلام کہا گیا ہے وہ ان سے جدا ہے۔

زیر نظر مجموعے میں نعتوں کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ چند اشعار جو میں نے منتخب کئے ہیں ان سے اختر ہاشمی کے طرز فکر و احساس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

آدمی کیوں نہ پیمبرؐ پہ کرے ناز اختر
ذوق سجدہ تھا مگر اس کا طریقہ تو ملا

جنت کی آرزو تو ہے ادنیٰ سی ایک چیز
ہے ان کے در کا سامنا کچھ اور مانگ لے

پروانہ نجات تو خود ہے نبیؐ کی ذات
سودا نہ کر نجات کا کچھ اور مانگ لے

عام مسلمانوں کی دعاؤں میں جو اجزا شامل ہوتے ہیں ان سے ماورا کسی شے کی طلب کی سمت بڑی خوبی سے اشارہ کیا ہے۔ یہ غالباً" اس شعور کا ایک حصہ ہے کہ ہم مدحت نبیؐ اور عقیدت و مودت میں کس حد تک کامیاب ہیں اور کہاں تک محض رسمیات پر زور دیا جا رہا ہے۔ ایک جگہ تو اختر ہاشمی نے رسمیات کے باب میں اپنے ردعمل اور طنز کی حد کر دی ہے۔ بہرحال یہ طنز مجھے اچھا لگا۔ اس سے اصلاح احوال کا درباز ہو تو کیا کہنا۔

اختر اب تو رہ گئی اتنی یادِ نبیؐ
ہم نے نعتوں کے کیسٹ منگوائے ہیں

اختر ہاشمی آئمہ اطہار کے باب میں ان کی سیرت اور فضائل کے اعتبار سے اپنے محسوسات کا اظہار کرتے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام سے عقیدت وہ دولت ہے جس پر جتنا ناز کیا جائے کم ہے اور کبھی کبھی تو وہ منزل آجاتی ہے جس کا احساس اختر ہاشمی کو اس انداز سے ہوا ہے۔

جمالِ حیدریؑ کو دیکھ کر نیت یہ کہتی ہے
میں اک سجدہ کروں لیکن پیمبرؐ کی اجازت سے

ان کی عقیدت و مودت کا مرکز و محور حضرت علیؑ کی ذات گرامی ہے۔

نجف سے دور ہوں لیکن مری نظر ہے اودھر
جدھر علیؑ ہیں مری ذات کا سفر ہے اودھر

حیدر کرارؑ، فاتح خیبرؑ کے مناقب میں اختر ہاشمی نے نئے پیرائے بھی نکالے ہیں یہ اشعار بطور خاص قابل توجہ ہیں۔

رجعتِ خورشید سے بدلا نہ عالم کا نظام
کیوں بدلتا گردشِ عالم کا محور ہیں علیؑ
ایک انساں میں کہاں ملتا ہے یہ حسنِ تضاد
بندگی کی منزلوں میں بندہ پرور ہیں علیؑ

اسی طرح یہ شعر بھی اختر ہاشمی کی فکر تازہ کا نکھرا ہوا آئنہ ہے۔

بوترابؑ اس لئے حیدرؑ کو پیمبرؐ نے کہا
یہ زمیں کو بھی اٹھالیں درِ خیبر کی طرح

اس کتاب میں سیدۃ النساء جناب فاطمہؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ، حضرت عباسؑ، امام سید سجادؑ، امام مہدیؑ اور دیگر آئمہ اطہار کے مناقب و فضائل بہت خوبی سے نظم کئے گئے ہیں۔ تاریخ، واقعات، افراد اور نتائج واقعات کے حوالے سے وہ فکر جابجا ملتی ہے

جو اختر ہاشمی اجاگر کرنا چاہتے ہیں۔ مجموعی طور پر یہ مجموعہ نعت و مناقب یقیناً" پسند کیا جائے گا۔ چند اشعار اور درج کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔

یہ جرات حسنؑ تھی کہ دنیا کو دے دیا
صلح حدیبیہ کا خلاصہ نچوڑ کر

یہ اہتمام خدا لقم پنجتن کے لئے
حروف وضع کئے مدحت حسنؑ کے لئے

میں لکھنا چاہتا ہوں بس حسنؑ کا نام وہاں
جہاں جہاں ورق کائنات سادہ ہے

نبیؐ و آل نبیؐ کو فقط یہ ہے معلوم
کہاں پہ صلح کہاں جنگ کی ضرورت ہے

وہ سوچ لیں تو گردش پرکار بند ہو
وہ دیکھ لیں تو تیر نہ ٹھہرے کمان میں

ایسے اشعار کی زیر نظر کتاب میں کمی نہیں۔ اختر ہاشمی نے شاعرانہ محاسن کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے انداز میں اپنی بات کہنے کی کوشش کی ہے۔ آخر میں ان کی ہم نوائی کرتے ہوئے اس شعر پر اپنے تاثرات ختم کرتا ہوں۔

نبیؐ و آل نبیؐ جن کی فکر کی ہوں اساس
وہ مدح خواں ہیں غزل کے سخنوروں سے الگ

اختر ہاشمی کی تیسری آنکھ

پروفیسر عبدالکریم خالد

بیسویں صدی کے ربع آخر میں ہماری شاعری نے جن اہم رجحانات کو قبول کیا ہے ان میں ایک نمایاں رجحان اپنی اصل کی طرف مراجعت اور ان تہذیبی رویوں کی بازیافت ہے جنہیں ہماری روحانی اور جذباتی زندگی میں بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ یوں تو ہماری شاعری کی ساڑھے تین چار سو سالہ روایت میں یہ رجحانات ایک تسلسل کے ساتھ ہماری لفظیات' استعاروں اور تلمیحات کی صورت میں عہد بہ عہد اپنی موجودگی کا احساس دلاتے رہے ہیں اور ایک آدھ شاعر کے یہاں مہ نیم رخ کی طرح ذرا ابھر کر بھی سامنے آئے ہیں لیکن انہیں مہ کامل بننے کی فضا میسر نہیں آئی۔ چنانچہ یہ کسی دور میں بھی ایک تحریک کا درجہ حاصل نہیں کر سکے۔ ایک دو بار ایسا ہوا کہ معاشرتی ٹوٹ پھوٹ اور تہذیبی انتشار نے ہمارے شاعروں کو علائق دنیا کی شکستہ سامانی اور انسان کی ارزانی کا احساس دلایا تو انہوں نے روح کے اندھیروں کو کسی روشنی کی کرن دکھانے کے لئے نیم وا دریچے سے پردہ سرکا دیا اور ہجر یار اور غم دہر کو سہلاتے سہلاتے شاخ زیتون کو چوم لیا یا در سبز پر سر رکھ دیا لیکن یہ سب انفرادی احساسات تھے جو اندھیرے میں جلتے بجھتے جگنوؤں یا ستارہ سحری کی طرح دن کی روشنی میں غائب ہو جاتے تھے۔

انیسویں صدی کے نصف آخر میں کچھ ایسی اتھا پتھل ہوئی جس نے ہماری تہذیبی روایات اور معاشرتی اقدار کا انجر پنجر ہلا کر رکھ دیا۔ ہمارا تہذیبی تفاخر' ریت کی طرح ہماری مٹھی سے سرک گیا۔ روح پر ایسے گہرے گھاؤ لگے کہ اسے نیم بسمل کی طرح تڑپنا

بھی یاد نہ رہا۔ منہ لپیٹ کر سو رہنے میں عافیت تھی لیکن بھیانک خوابوں نے آنکھوں سے نیند چھین لی۔ اہل دل جانتے ہیں کہ کن خراب حالتوں میں مکینوں نے اپنے مکان خالی کئے۔ اور جو رہ گئے ان کی آہیں' کراہیں اور دبی دبی سسکیاں' گھمبیر سناٹوں میں ارتعاش پیدا کر کے فضا کی ہولناکی میں اضافہ کرتی رہیں۔ زندہ رہنے کے ظاہری اسباب ختم ہو جائیں تو فطرت کسی ایسے سہارے کا بندوبست کرتی ہے جو نادیدہ جہانوں میں کسی تیسری آنکھ کے اشارے کا منتظر ہوتا ہے۔ یہ تیسری آنکھ روح کی گہرائیوں میں کھلتی ہے اور اسم اعظم بن کر باب طلسم کو وا کر دیتی ہے۔ وجدان اور دھیان صبح کے اجالے میں ایک خطہ سرسبز پر پاؤں دھرتے ہیں اور اس بھیدوں بھری کائنات کے اس پار انکشاف ذات کے مرحلے تیزی سے سر ہونے لگتے ہیں۔ زمین اور آسمان کے ملاپ کا یہ منظر دیدنی ہے لیکن یہ دیدہ وری ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ اس کے لئے جس تیسری آنکھ کی ضرورت ہوتی ہے وہ ایک شاعر کے دل میں دھیرے سے پلکیں اٹھاتی ہے اور پھر چندھیا دینے والی روشنی میں بھی پلک نہیں جھپکاتی۔ بس دیکھتی رہتی ہے اور ہر زماں اور لامکاں کی خبر لاتی ہے۔ یہ خاک کو خاک سے اور روشنی کو روشنی سے جدا کر کے دیکھتی ہے۔ صدیوں پرانی مٹی میں آسودہ نقش پا تلاش کر لیتی ہے اور ریگزاروں میں رچے ہوئے معصوم لہو کی خوشبو پا لیتی ہے۔ مسافران بے وطن کے جلتے ہوئے خیموں کو دیکھتی ہے۔ تیر در گلو کے دردناک منظر پر گریہ کرتی ہے۔ کبھی مدینے کے سبز گنبد کو دیکھتی ہے کبھی فرات کے کنارے پلکیں بچھاتی ہے اور کبھی شام کی گلیوں میں بین ڈالتی پھرتی ہے۔ لکھنؤ کا غم یہاں کی خاک سے نکل کر کربلا کی سرزمین پر پہنچ جاتا ہے اور کربلا کا غم سرزمین کربلا سے اٹھ کر اہل لکھنؤ ہی نہیں دنیا بھر کے مظلوموں اور ستم رسیدہ انسانوں کے دکھوں اور غموں کا استعارہ بن جاتا ہے۔

بیسویں صدی میں اس تیسری آنکھ نے جو کرشمے دکھائے ہیں ان کا حال اہل محبت کو بہت کچھ معلوم ہے۔ مدینہ' کوفہ اور نجف نے ہماری شاعری کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ لکھنؤ اگر شاد آباد اور ہنستا بستا رہتا اور دلی کے بادشاہ کا دربار سلامت رہتا تو شاید

ہماری اردو شاعری ابھی کچھ دیر اور زلف و رخسار کے قصے سنا کر جی لیتی۔ لیکن وہ تو بھلا ہو تقدیر کا' جس کے پھیرنے اس تیسری آنکھ کے کھولنے میں ذرا بخل سے کام نہیں لیا۔ دل کے دریدہ زخموں نے اردو شاعری کی قسمت سنوار دی۔ سرزمین حجاز کی مشکبار ہواؤں نے ان زخموں کو حاجت رفو سے بے نیاز کر دیا۔

اختر ہاشمی کی شاعری اسی تسلسل میں تیسری آنکھ کے معجزوں کا فیضان ہے۔ جونپور کے ایک عالی خاندان کا فرد ہونے کے ناطے انہوں نے جو شعری روایت ورثے میں حاصل کی اس میں مدینہ' کوفہ اور نجف سے الگ رہ کر شعر کہنے کا کوئی تصور ہی نہیں۔ اگرچہ ان کے والد حبیب جونپوری اور چچا سید وحیدالحسن ہاشمی نے غزل و نظم کی اصناف میں روایتی مضامین بھی بیان کئے ہیں لیکن اپنے عہد اور ذات کے آشوب اور انبوہ غم کو انہوں نے گنبد سبز اور کربلا کے حوالے ہی سے اعتبار بخشا ہے۔ اختر ہاشمی کی تو پوری شاعری سرتاسر کعبہ کا طواف کرتی در گنبد سبز پر عرض نیاز عشق کرتی اور پھر انہی راستوں سے سرزمین کربلا پہنچتی ہے' جہاں سے قافلہ حسینؑ گزرا تھا اور تاریخ کے اوراق پر اپنی نکہتیں بکھیر گیا تھا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اختر ہاشمی کے دادا صفا اللہ آبادی نے جس مدحیہ اور عزائی شاعری کی بنیاد رکھی وہ بیسویں صدی کے عہد میں حبیب جونپوری اور سید وحیدالحسن ہاشمی کی صورت میں دو الگ الگ دھاروں میں اپنے سفر پر رواں رہی۔ اختر ہاشمی خوش نصیب ہیں کہ انہیں ان دونوں بڑے شاعروں کے یہاں پلنے والی شعری روایت کے دو مختلف لہجوں کو سننے اور رنگوں کو دیکھنے کا موقع ملا۔ ان کے والد تو اپنا فکری اثاثہ ان کے حوالے کر کے جلد رخصت ہو گئے لیکن ان کے بعد سید وحیدالحسن ہاشمی کے فیضان نظر سے اس جوہر کو جوہر قابل بننے میں دیر نہیں لگی اور انہوں نے شاعری کا ایسا گلشن آباد کر دیا جس کے پھولوں کی خوشبو مشام جاں کو چومتی ہوئی ایک ثانئے میں گوشہ دل کو معطر کر دیتی ہے۔

ایک زمانہ تھا جب ہمارے شعراء محض تبرک کے طور پر حمد' نعت' منقبت اور سلام کہنے کی سعادت حاصل کرتے تھے لیکن بیسویں صدی کے عہد آفریں انقلاب نے

بیشتر شاعروں کے ہاتھ سے سارے پیمانے چھڑا کر بس ایک ہی مدحِ پیمبرؐ و آلِ پیمبر کا پیمانہ تھما دیا۔ اور یہ معجزہ بھی دیکھئے کہ ہم نے باقی سارے پیمانے خالی ہوتے اور ٹوٹتے دیکھے ہیں لیکن یہ ایک پیمانہ ایسا ہے جو لبالب بھرا رہتا ہے۔ نہ خالی ہوتا ہے نہ ٹوٹتا ہے۔ ایک مضمون کو سو رنگ سے باندھنے کا جتنا سلیقہ یہاں ملتا ہے کہیں اور نظر نہیں آتا۔ اختر ہاشمی کے یہاں تو ایک اور خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے غزل کے سانچے کی تنگ دامانی کا گلہ بھی باقی نہیں رہنے دیا اور اس سانچے میں رکھ کر ایسے ایسے ہیرے تراشے ہیں جو اپنی نوع میں منفرد بھی ہیں اور چمک دمک میں لاجواب بھی۔ ذرا حمد کے یہ شعر دیکھئے:

تیرا ظہور جلوہ قدرت ہے اور میں
میری نظر میں بس ترا جلوہ ہے اور تو

روز الست وہ تری قربت ہے اور میں
میرے خیال میں وہی نقشہ ہے اور تو

تیری وہ شمع نور ہدایت ہے اور میں
اختر پہ تیری دید کا پردہ ہے اور تو

آپ یقیناً میرے اس خیال کی تائید کریں گے کہ اختر ہاشمی نے کمال دانائی اور ہنرمندی کے ساتھ غزل کے پیراہن میں ثنائے ربِ ذوالجلال کی جو خوشبو بسائی ہے اس کا ذائقہ کتنا منفرد اور انوکھا ہے۔ یہ رنگ اختر ہاشمی کی نعت اور منقبت اور سلام میں بھی ملے گا مثلاً یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

غم کی سونی رات میں آئی پیارے نبیؐ کی یاد
کالے بادل میں یہ ستارا اچھا لگتا ہے

پروانۂ نجات تو خود ہے نبیؐ کی ذات
سودا نہ کر نجات کا کچھ اور مانگ لے

دل میں بسا ہوا ہے مدینے کا رنگ و نور
رکھتے الگ ہیں آب و ہوا ہم فقیر لوگ

ان کی سیرت کی فقط ایک جھلک کافی ہے
موسم غم کو مسرت میں بدلنے کے لئے

سمجھ میں آئے تو کیسے بھلا مقام رسولؐ
جہاں ہے نام خدا کا وہیں ہے نام رسولؐ

آغوش مصطفیٰؐ کا اثر ہے کہ ایک طفل
عالم تو کیا طبیعت عالم پہ چھا گیا

کتاب دہر بھی اک دن تو بند ہو گی مگر
کھلی رہے گی ہمیشہ کتاب عشق علیؑ

علیؑ کے سامنے فطرت کو سرنگوں دیکھا
اگر یہ چاہیں تو اٹھنے نہ دیں ہوا کے قدم

کوئی دے سکتا نہیں ایسے گھرانے کو شکست
جس میں اک ننھا سا بچہ بھی ہو لشکر کی طرح

نہ جانے کب مری ماں نے مجھے سکھلایا تھا
علیؑ کے نام کا اب تک مزا زبان میں ہے

جفا میں دم نہیں اتنا کہ چھین لے ہم سے
بدن میں خوں کی طرح ہے رواں حسینؑ کا غم

سوائے خالق ارض و سما کے اے اختر
کرے گا کون حسینؑ و حسنؑ کا اندازہ

اک وقت تھا کہ جسم سے بازو جدا ہوئے
اب ان کے بازوؤں میں زمانے اسیر ہیں

پاک ہے دریا کی صورت سب اماموں کا وجود
جس سے ملتے ہیں یہ دریا وہ سمندر ایک ہے

ان اشعار میں اختر ہاشمی کا رنگ سخن ایک نئی آب و تب کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ دھلا دھلایا پاکیزہ لہجہ' صاف زبان' لفظوں کا بانکپن اور ارفع خیالات صورت پذیر ہو کر شاعری کا ایک نیا زاویہ اور جدید انداز متعارف کراتے ہیں۔ رواں اور مترنم بحریں' پڑھنے والے کے احساس کو بیدار کرتیں اور جذبات کے ہلکورے دیتی ہوئی ایک لطیف کیفیت سے دوچار کرتی ہیں۔ بعض اوقات عقیدت و محبت کا وفور جذبات میں شدت پیدا کر کے تلاطم خیزی کی سطح پر بھی لے آتا ہے لیکن یہ امڈتا ہوا دریا بھی محض کناروں کی بیرونی سطح کو چھو کر تطہیر و تہذیب نفس کا فریضہ انجام دیتا ہے اور اگلے ہی لمحے جذبوں کو ہموار سطح پر لے آتا ہے۔ یہ شاید غزل کے اسلوب کا کمال ہے یا استاد

گرامی کی خاص توجہ کا کرشمہ کہ خالص معتقدات کی شاعری میں بھی جام عقیدت لبالب بھرنے کے باوجود چھلکا نہیں۔

اختر ہاشمی نے اپنی عقیدتوں کے اظہار کے لئے غزل کی ہیئت ہی کو پسند کیا ہے اور کہیں کہیں غزل کے رمز و ایما اور کنائے سے بھی کام لیا ہے۔ جس سے عقیدتوں کا حسن چمک اٹھا ہے۔ غزل کے دو مصرعوں میں توازن اور تلازم قائم رکھنا خاص غزل گو شاعروں کے لئے بھی مشکل رہا ہے لیکن اختر ہاشمی نے عقیدت کا مضمون باندھتے ہوئے بھی اس التزام کو قائم رکھا ہے۔ وہ عام طور پر پہلے مصرعے میں اپنے بیان کے لئے فضا ہموار کرتے ہیں اور دوسرے مصرعے میں بیان کی صداقت پر دلیل قائم کرتے ہیں اور یوں شعر ایک مکمل اکائی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اختر ہاشمی کا ایک مقطع ہے:

جانے کس نے کان میں میرے یہ الفاظ کہے
اختر رنگ نعت تمہارا اچھا لگتا ہے

میری دعا ہے کہ پردہ غیب سے ابھرنے والی یہ سرگوشی ان کے کار ہنر کو ممیز دیتی رہے ان کی تیسری آنکھ بیدار رہے اور وہ یونہی اپنی عقیدتوں اور محبتوں کے گلہائے رنگ رنگ سے بزم سخن سجاتے رہیں۔

اختر ہاشمی کی منقبت نگاری

پروفیسر تقی ہادی نقوی

میں نے برادر عزیز اختر ہاشمی صاحب کے زیر نظر منقبتی مجموعہ کا از اول تا آخر مطالعہ کیا ہے جس کے بعد پہلا تاثر یہ قائم ہوا کہ اختر صاحب نے دنیائے شعر میں آنکھ کھولتے ہی شباب آثار انگڑائیاں نہیں لی ہیں بلکہ لڑکپن' بلوغت اور پھر بعد از بلوغت دور میں قدم رکھا ہے ان کے مجموعہ کلام کی یہ تدریجی ارتقائی صورت نہایت فطری اور قانون قدرت کے عین مطابق ہے۔

میں یہ بات پوری ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں کہ اختر ہاشمی صاحب کی فکر کا محور "حکم قرآن و قول حامل قرآن" ہے چنانچہ ان کے ممدوحین میں سرفہرست اشرف الاولین و الاخرین' سید الانبیاء و المرسلین سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں بعدہ مولائے کائنات باب مدینتہ العلم النبیؐ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام' قرۃ العین نبوۃ معدن الرسالتہ سیدۃ النساء العالمین فاطمتہ الزہرا صلوات اللہ علیہا' سرداران جوانان جنت' پروردہ آغوش عصمت و طہارت سبط رسول الثقلین امام حسن و امام حسین علیہما السلام' وجہ بقائے مقصد حسینیت حافظ منصب امامت و ہدایت حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام' امام العصر و الزمان حضرت قائم آل محمدؑ علیہ السلام اور آخری ممدوح تمنائے قلب امیر المومنین' قوت بازوئے حسین' سقائے حرم حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام ہیں۔

برادر عزیز نے ممدوحین کی عظمت آثار شخصیات کو مدنظر رکھتے ہوئے مدح و

ثناء کے حق کو خوب ادا کیا ہے۔

عزیز محترم کا پورا کلام "آورد" کی صنعت گری سے پاک "آمد" کے وصف سے متصف ہے اس لئے زبان کی سلاست اور بیان کی روانی قاری کے لئے بھرپور دل کشی رکھتی ہے۔

کلام کا ایک اور نمایاں وصف مداح کا اپنے ممدوحین سے مخلصانہ اور عقیدت مندانہ مستحکم تعلق ہے جس کی جھلک تقریباً ہر شعر میں نظر آتی ہے بلکہ بعض موقعوں پر اظہار عقیدت میں وہ والہانہ وارفتگی ہے جو ہر احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے قاری کی ہر تحسین کی مستحق ہے' بلکہ بعض اشعار اس حد تک عقیدت میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ ان کی پاکیزگی اور طہارت خود ممدوحین کی عصمت مطلقہ پر برہان قاطع ہے' بلکہ آخری ممدوح کو بھی ___ "مافوق بشریت و ماتحت امامت" کے تصور کے ساتھ متعارف کراتی ہے۔

مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ کہنہ مشق قادر الکلام شعرائے عظام کے استثنیٰ کے ساتھ برادر عزیز اختر ہاشمی کا کلام "نوواردان بساط شعر" کے مصداق دور حاضر کے ہر شاعر کے منقبتی کلام کے ہم پلہ ہی نہیں کہیں کہیں اس سے بدرجہا بہتر ہے۔

آیئے اپنے انتخاب سے آپ کے لئے بھی تشنگئ روح کے دور ہونے کے سامان فراہم کروں۔

نعت کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

مت پوچھو وہ کون بشر آیا جس نے
دھوپ کے صحرا میں سائے برسائے ہیں

غم کی سونی رات میں آئی پیارے نبیؐ کی یاد
کالے بادل میں یہ ستارا اچھا لگتا ہے

ان کے نام کے قرباں یہ وہ اسم اعظم ہے
بھولے تو دنیا ہے یاد ہو تو عقبیٰ ہے

انسان خطا کا پتلا ہے، خطا پر فخر کرنا شیطنت ہے جبکہ ندامت و شرمساری شفا آدمیت ہے اور اگر خطاکار کی خوش نصیبی اس درجہ پر ہو کہ اسے خیر البشرؐ کا وسیلہ اور سہارا مل جائے تو ان کی حالت اضطرابی و اختیاری ملاحظہ ہو۔

اک بار بھی منت کش اغیار نہ ہوں گے
مانگیں گے مگر آپؐ سے سو بار معافی

سرکار انہیں چادر رحمت میں چھپا لیں
کہتے ہیں معافی کے طلب گار معافی

مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے اپنی مستحکم وابستگی اور عقیدت مندی کی ناقابل تردید وجہ جتنے دلپذیر انداز میں ان اشعار میں بیان کی گئی ہے وہ لائق صد تحسین ہے۔

رواں ہوں اس لئے کاشانہ علیؑ کی طرف
کہ شہر علم رسولؐ خدا کا در ہے ادھر

یہ کائنات عقیدت بڑی امان میں ہے
علیؑ کا واسطہ جب تک کہ درمیان میں ہے

اسی منقبت کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو

علیؑ و کعبہ ملے دو ہی محترم ایسے
کہ جو کشش ہے مکیں میں وہی مکان میں ہے

اور اب قدرے تقابلی انداز میں اس شعر کو ملاحظہ فرمائیں

اپنا کبھی نہ ہو گا عدوئے علیؑ سے ربط
وہ تیرگی پسند ہے ہم روشنی پسند

اور اب شاعر کے انتہائی والہانہ انداز عقیدت کو دیکھئے

خدا کرے یہ تمنا میری بر آئے کبھی
قدم سے ان کے لپٹ جاؤں نقش پا کی طرح

مولائے کائنات کے در پر جبیں سائی کے ثمر کے طور پر عقیدت مند کی عظمت ملاحظہ ہو۔

دیکھا تو پیشوائی کو حاضر تھی کائنات
نکلا تھا خاک مل کے در بوترابؑ سے

مدح سرائی کے اس لطیف انداز بیان کو بھی ملاحظہ کریں

خدا کے گھر میں تو جاکر ٹھٹک گئی ہے نگاہ
نبیؐ کے دوش کو دیکھوں کہ مرتضٰی کے قدم

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے حضور اظہار عقیدت کے اس حقیقت اساس انداز کو دیکھئے

جہاں میں پھیل گیا اتنا اختیار حسینؑ
ہر اک دیار کو کہتے ہیں لب دیار حسینؑ

حسینیت تو دل کائنات میں ہے مکیں
کہاں کہاں سے مٹاؤ گے یادگار حسینؑ

دوسرے مقام پر عظمت مولا کو کتنے سہل لیکن لطیف طریقے سے پیش کیا ہے۔

اک غریب الوطن مسافر سے
کتنے شاہان وقت ہارے ہیں

شہنشاہ وفا حضرت عباسؑ کی مدح کے منفرد انداز کو ان اشعار میں ملاحظہ فرمائیں

حسینؑ کے لئے بالکل ہیں اس طرح عباسؑ
علیؑ کو جیسے چنا حق نے مصطفیٰؐ کے لئے

آ نہیں سکتا کبھی شہر وفا میں زلزلہ
ایسی بنیاد وفا قائم ہوئی عباسؑ سے

چہرہ عباسؑ پر ابھرا جو عکس مرتضیٰؑ
رہ گیا چرخِ بریں پر دیدہ خاور کھلا

روز عاشورہ تھی غازی کی نگاہوں میں فرات
بعد عاشورہ فرات ذہن پر عباسؑ ہیں

ذرا اس مدح سرائی کے جامع طریق کو دیکھئے

جہاں جہاں ہیں الوہی صداقتوں کے نشاں
وہیں وہیں ابو طالبؑ کا خانوادہ ہے

آخر میں میری یہی دعا ہے

ع : اللہ کرے زور بیاں اور زیادہ

شاعری

(حمد۔ نعت۔ مناقب)

نبیؐ و آلِ نبیؐ جن کی فکر کی ہوں اساس
وہ مدح خواں ہیں غزل کے سخنوروں سے الگ

⌘ ⌘

حمد

تیرے قلم کا جوہر ندرت ہے اور میں
میری جبینِ شوق کا سجدہ ہے اور تو

تیرا ظہورِ جلوۂ قدرت ہے اور میں
میری نظر میں بس ترا جلوہ ہے اور تو

تیری عطائے خاصۂ رحمت ہے اور میں
میری زباں پہ شکر کا نغمہ ہے اور تو

تیری ادائے حُسنِ مشیت ہے اور میں
میری عقیدتوں کا خلاصہ ہے اور تو

تیری رضائے عام کی وسعت ہے اور میں
مجھ کو عزیز بس ترا رستہ ہے اور تو

روز الست وہ تری قربت ہے اور میں
میرے خیال میں وہی نقشہ ہے اور تو

وہ تیری وحی کی ابدیت ہے اور میں
میری شناخت پر ترا قبضہ ہے اور تو

تیری وہ شمعِ نور ہدایت ہے اور میں
اخترؔ پہ تیری دید کا پردہ ہے اور تو

O

مانگا کئے کم ظرف سے بیکار معافی
ہم سے غلطی ہو گئی سرکارؐ معافی

کیوں ہم نہ انہی کے درِ اخلاص کو ڈھونڈیں
ہر جرم پہ دیتے ہیں جو ہر بار معافی

اک بار بھی منت کشِ اغیار نہ ہوں گے
مانگیں گے مگر آپؐ سے سو بار معافی

اب آپؐ کی سیرت پہ ہے چلنے کی تمنا
دے دیجئے اے سیدؐ ابرار معافی

سرکارؐ انہیں چادرِ رحمت میں چھپا لیں
کہتے ہیں معافی کے طلب گار معافی

اس وقت کوئی جوشِ کرم آپ کا دیکھے
جب شرم سے کہتا ہے خطا کار معافی

جب عام معافی مرے سرکارؐ کی خو ہے
کیوں مانگے نہ اخترؔ سا گنہگار معافی

○

کرتے ہیں جو نبیؐ کی ثناء ہم فقیر لوگ
پائیں گے یوں خدا کا پتہ ہم فقیر لوگ

اپنے ہی در پہ حبِ نبیؐ سے غنی ہے دل
گھر گھر نہیں لگاتے صدا ہم فقیر لوگ

ہوتی ہے جب نبیؐ کے وسیلے سے مستجاب
مانگیں گے پھر انہی سے دعا ہم فقیر لوگ

اسمِ نبیؐ سے کرتے ہیں ہر درد کا علاج
رکھتے ہیں یہ عجیب دوا ہم فقیر لوگ

جس کو کہا نبیؐ نے خدا بس وہ ہے خدا
کہتے نہیں ہر اک کو خدا ہم فقیر لوگ

سوتے ہیں ورد کرتے ہوئے نامِ پنجتنؑ
اُٹھتے ہیں لے کے نامِ خدا ہم فقیر لوگ

دنیا تو کیا بہشت بھی نظروں میں کچھ نہیں
حبِّ نبیؐ میں ہیں جو فنا ہم فقیر لوگ

دل میں بسا ہوا ہے مدینے کا رنگ و نور
رکھتے الگ ہیں آب و ہوا ہم فقیر لوگ

لے کر نبیؐ کا نام اٹھاتے ہیں ہر قدم
کیا جانیں کوئی لغزشِ پا ہم فقیر لوگ

اختر مدینے والے نے جب بھی کیا طلب
جائیں گے ہو کے کرب و بلا ہم فقیر لوگ

O

گردشِ وقت کے چنگل سے نکلنے کے لئے
آپؐ نے راہ بتا دی ہمیں چلنے کے لئے

ان کے دل مہبطِ تکریم نبیؐ ہوتے ہیں
جو نکلتے ہیں زمانے کو بدلنے کے لئے

آپؐ کی قوتِ افکار کی خوشبو پا کر
کتنا بے چین ہے انسان سنبھلنے کے لئے

عشق تو صرف درِ یار کا دیتا ہے پتہ
نارِ نمرود میں دل چاہیے جلنے کے لئے

روح کی طرح بدن بھی ہو علائق سے بری
ان کی آواز کی اک گونج میں ڈھلنے کے لئے

آپ کے دم سے ہے قلبِ بشریت آباد
یہ وسیلہ ہے بہت پھولنے پھلنے کے لئے

ان کی سیرت کی فقط ایک جھلک کافی ہے
موسمِ غم کو مسرّت میں بدلنے کے لئے

کیوں سوئے مشرق و مغرب ہو نگاہوں کا طواف
آپ کا نام ہی کافی ہے سنبھلنے کے لئے

ختم دنیا سے نہ ہوں گے کبھی آثار نبیؐ
بس وہؐ کافی ہیں مقدّر کے بدلنے کے لئے

○

سمجھ میں آئے تو کیسے بھلا مقامِ رسولؐ
جہاں ہے نام خدا کا وہیں ہے نامِ رسولؐ

زبانِ وحیِ الٰہی کو بھی سمجھ لیں گے
اتر تو جائے دلوں میں ذرا کلامِ رسولؐ

اسی کی ہوتی ہے مقبولِ بارگاہ نماز
نظر میں رکھتا ہے ہر دم جو صبح و شامِ رسولؐ

جہاں کو دینے چلا ہے وہ مصطفٰےؐ کا نظام
جسے خبر نہیں خود کیا ہے انتظامِ رسولؐ

بجوشِ دل جو سنیں اہل دل تو ہو معلوم
ہزار صدیوں پہ بھاری ہے اک پیامِ رسولؐ

یہ بد نصیبیٔ امّت نہیں تو اور ہے کیا
کہ اس کے ہاتھ سے پیتے ہیں غیر جامِ رسولؐ

نہ قنبریؓ ادبیت نہ بوذریؓ خصلت
ہر ایک کہتا ہے اس کو کہوں غلامِ رسولؐ

خدا بھی جس پہ مسلسل درود پڑھتا ہے
زمیں کی گود میں بس ایک ہی ہے نامِ رسولؐ

کتاب و آل کی نعمت تو مل گئی اختر
حیات کیوں نہ ہو ممنونِ اہتمامِ رسولؐ

O

مانا کہ بڑی کاوشِ پیہم سے ملا ہے
اللہ ہمیں آپ ہی کے دم سے ملا ہے

اک روز وہ ہر قوم کی تقدیر بنے گا
دستور جو فخرِ بنی آدم سے ملا ہے

کیوں اور کے گھر پرسش تفسیر کو جاؤں
قرآن تو سرکارِؐ دو عالم سے ملا ہے

کٹ جائے زباں عشق میں حلقوم سے پہلے
یہ رنگِ شہادت ہمیں میثمؓ سے ملا ہے

بس ان کی محبت ہے محیطِ دل و دیدہ
یہ قرب ہمیں جذبۂ محکم سے ملا ہے

پاتا نہیں ان کو تو بہا لیتا ہوں آنسو
کچھ دل کو سکوں بارگہہِ غم سے ملا ہے

اخترؔ وہیں اپنا بھی بچھا لیں کہیں بستر
جو در درِ سرکارِ دو عالم سے ملا ہے

○

آپؐ کے آنے سے جینے کا سلیقہ تو ملا
خواہشِ قلب کو اظہار کا رستہ تو ملا

سر پہ دنیا کے کڑی دھوپ کی گرمی تھی بہت
اب ہمیشہ کے لئے آپؐ کا سایا تو ملا

کاٹے کھاتی تھی بہت تنگیٔ دامانِ بہار
اب میں خوش ہوں کہ مجھے چاد کا صحرا تو ملا

قبلِ بعثت تھا زمانے کی فضا پر سکتہ
وقت کی ڈوبتی نبضوں کو سہارا تو ملا

مدتوں سے تھا جہاں جہل کے طوفاں میں اسیر
آدمیّت کے سفینے کو کنارا تو ملا

آپؐ سے قبل کے علم تھا کیا شے ہے خلا
لامکاں تک کے لئے فکر کا جادا تو ملا

اپنے خالق کی عنایات سے غافل تھا بشر
قدرتِ حق سے تکلّم کا وسیلہ تو ملا

آدمی کیوں نہ پیمبرؐ پہ کرے ناز اختؔر
ذوقِ سجدہ تھا مگر اس کا طریقہ تو ملا

○

دے کر نبیؐ کا واسطہ کچھ اور مانگ لے
بابِ قبول کھل گیا کچھ اور مانگ لے

جنت کی آرزو تو ہے ادنیٰ سی ایک چیز
ہے ان کے در کا سامنا کچھ اور مانگ لے

بخشا ہوا زمانے کا اعزاز کچھ نہیں
حق سے ہوا ہے رابطہ کچھ اور مانگ لے

غافل سوالِ عمرِ دو روزہ حضورؐ سے
اس کا نہیں ہے فائدہ کچھ اور مانگ لے

پروانۂ نجات تو خود ہے نبیؐ کی ذات
سودا نہ کر نجات کا کچھ اور مانگ لے

اخترؔ درِ حضورؐ پہ کس بات کی کمی
مانگا تھا جو وہ مل گیا کچھ اور مانگ لے

ﷺ

O

میں لکھوں بس نعت مقالے اچھا لگتا ہے
دور رہیں سب مکر کے جالے اچھا لگتا ہے

آنکھ میں ہر دم رہتا ہے نقشہ پاک مدینے کا
منظر دیکھوں دیکھنے والے اچھا لگتا ہے

پاک نبیؐ کی امت پھیلے لیکر حق کا نام
ٹوٹیں سارے کفر کے تالے اچھا لگتا ہے

ختم ہو اپنے بازاروں سے ظلمت کا بیوپار
پھیلیں ہر سو اور اُجالے اچھا لگتا ہے

گھر گھر میں میلادِ نبیؐ کی محفل برپا ہو
نعت پڑھیں سب لڑکے بالے اچھا لگتا ہے

ساقیٔ کوثر گر مل جائیں حشر کے دن اخترؔ
بھر لوں آپؐ کے ہاتھ سے پیالے اچھا لگتا ہے

O

دل کی راحت جان کی چاہت صورت کملی والے کی
صورت پوجنے والو دیکھو سیرت کملی والے کی

دل میں ہمارے نقش ہے اُس کا آنکھوں میں اُس کا جلوہ ہے
دنیا والو آؤ دیکھو شوکت کملی والے کی

پیٹ پہ پتھر باندھ کے کاٹیں ہنس ہنس کر کتنی راتیں
فقر ہی ساری عمر رہی ہے دولت کملی والے کی

چاند کے دو ٹکڑے بھی کیے ہیں سورج بھی پلٹایا ہے
کیسے میں لفظوں میں سماؤں قدرت کملی والے کی

کیسا ہی دشمن کا گھر ہو امن کدہ بن جاتا ہے
جوش میں جس دم آ جاتی ہے رحمت کملی والے کی

اُمت اب مجبور بہت ہے ظلم و جورِ زمانہ سے
آخر ہو گئی اب تو ضروری نصرت کملی والے کی

○

سب پیاروں سے حق کا پیارا اچھا لگتا ہے
محرومی میں یہی سہارا اچھا لگتا ہے

یوں میں نام نبیؐ کا لیکر غم سہہ لیتا ہوں
طوفانوں میں جیسے کنارا اچھا لگتا ہے

دِل کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں بطحا کے دن رات
دور سے اُس جنت کا نظارہ اچھا لگتا ہے

تنہائی کے جنگل میں جب سو جائیں احساس
نامِ محمدؐ پیارا پیارا اچھا لگتا ہے

غم کی سونی رات میں آئی پیارے نبیؐ کی یاد
کالے بادل میں یہ ستارا اچھا لگتا ہے

جانے کس نے کان میں میرے یہ الفاظ کہے
اختؔر رنگِ نعت تمہارا اچھا لگتا ہے

O

آپؐ کے در سے جو بھی ہو کر آئے ہیں
اُن سے پوچھو کیا کیا یادیں لائے ہیں

جب سے آپؐ کی یاد بسائی سینے میں
ہم نے دنیا بھر کے خزانے پائے ہیں

محفل ہے اک پاک مدینے والے کی
بچے مجھ سے پیسے لینے آئے ہیں

مت پوچھو وہ کون بشر آیا جس نے
دھوپ کے صحرا میں سائے برسائے ہیں

اہلِ زمانہ بھول گئے اس کو جس نے
پتھر کے کھیتوں میں پھول اگائے ہیں

آخر اب تو رہ گئی اتنی یادِ نبیؐ
ہم نے نعتوں کے کیسٹ منگوائے ہیں

O

نور تھا یا نور کا مجز تھا دکھائی تو دیا
شکر ہے اللہ کا چہرا دکھائی تو دیا

ہم تو اے کعبہ تیری تقدیر کے ہیں معترف
گھر تھا خالی آج گھر والا دکھائی تو دیا

کیوں نہ پیغمبرؐ کے لب پر ہو تبسم کا نکھار
بزم دنیا میں کوئی اپنا دکھائی تو دیا

جس خدائے لم یلد کا پاک و پاکیزہ ہے گھر
آج اسی گھر میں کوئی بچہ دکھائی تو دیا

آنے والا لے کے آیا ہے امامت کی سند
دینِ حق کا اک نیا رستہ دکھائی تو دیا

دیکھنے جس کو گئے تھے طورِ سینا پر کلیمؑ
نورِ ربّانی کا وہ ٹکڑا دکھائی تو دیا

جس کی مدحت حشر کے میدان میں کام آئے گی
شکر کر اختر کہ وہ مولاؑ دکھائی تو دیا

○

یوں بتوں کو توڑنے کعبے کے اندر ہیں علیؑ
منبر ہے دوشِ نبیؐ پر اُس کے اوپر ہیں علیؑ

کس میں ہمت ہے جو یہ رتبہ علیؑ سے لے سکے
جب خدا خود ہی کہے نفسِ پیمبرؐ ہیں علیؑ

دیکھنا تو یہ ہے کتنا ظرف مے خواروں کا ہے
یہ تو طے ہے ساقیِ تسنیم و کوثر ہیں علیؑ

اور کس نے شہپرِ جبرئیل کاٹے ہیں کبھی
اب نہ یہ کہنا کہ اوروں کے برابر ہیں علیؑ

رجعتِ خورشید سے بدلا نہ عالم کا نظام
کیوں بدلتا گردشِ عالم کا محور ہیں علیؑ

ایک انساں میں کہاں ملتا ہے یہ حُسنِ تضاد
بندگی کی منزلوں میں بندہ پرور ہیں علیؑ

آج تک علمِ علیؑ کی حد نہ کوئی پا سکا
جو نہیں رکھتا کنارا وہ سمندر ہیں علیؑ

اس لئے روئے علیؑ میں ہیں صفات انبیاء
جس کا پس منظر زمانہ ہے وہ منظر ہیں علیؑ

جانے کس لہجے میں اخترؔ عرش پر باتیں ہوئیں
مصطفیٰ سمجھے یہی پردے کے اندر ہیں علیؑ

○

ملا نہ دھر میں کوئی حق آشنا کی طرح
کرے جو مدحتِ شیرِ خدا خدا کی طرح

قدم وہ دوشِ نبیؐ پر رکھے مگر پہلے
حرم کی گود میں پیدا ہو مرتضیٰؑ کی طرح

غلامیِ شہِ مرداں کا سہل ہے منصب
مگر ہے شرط نبھائے وفا وفا کی طرح

خدا کرے یہ تمنا مری بر آئے کبھی
قدم سے اُن کے لپٹ جاؤں نقش پا کی طرح

ضرور دستِ خدا آئے گا مدد کے لئے
بلاؤ نادِ علیؑ پڑھ کے مصطفیٰؐ کی طرح

تمام عمر بھی پھر کر نہ پا سکو گے کہیں
جہاں میں مادرِ حسنینؑ کی ردا کی طرح

یہ میری موت سے پہلے بتا دے مالکِ خلد
کہ خلد کی بھی فضائیں ہیں کربلا کی طرح

علیؑ کے نام کو سمجھے ہیں اسم اعظم ہم
ہمیں تو راس یہ نام آ گیا دوا کی طرح

نجف کی راہ ہوئی اس طرح سے طے اختر
رُکا نہال کی صورت چلا صبا کی طرح

O

کھینچو نہ ہاتھ جامِ مطہّر ہے سامنے
کاہے کا ڈر ہے ساقیِؑ کوثر ہے سامنے

تیغ و سناں ہے رات ہے منڈلا رہی ہے موت
سوئے کوئی رسولؐ کا بستر ہے سامنے

آئے مقابلے میں یداللہ کے مگر
قطرہ یہ سوچ لے کہ سمندر ہے سامنے

اہلِ وِلا سا کیا ہے تمہیں بھی علیؑ سے عشق
سچ بولنا رسولؐ کا منبر ہے سامنے

ہمت نہیں کہ دین سے زور آزما ہو کفر
تیغِ علیؑ نہیں ہے مگر ڈر ہے سامنے

خندق میں چل کے آ تو گیا ابنِ عبدود
یہ کیا خبر تھی قوتِ داور ہے سامنے

آ تو گئے علیؑ کے مقابل جمل میں لوگ
دیکھا نہ یہ کہ فاتحِ خیبر ہے سامنے

دشمن یہ سوچ کر ہی علیؑ سے نہ لڑ سکے
اک آدمی نہیں ہے یہ لشکر ہے سامنے

جن کو ہے زعم توڑ دیں مدحِ علیؑ کا زور
اتنا سمجھ کہ آئیں کہ اختر ہے سامنے

O

دنیا کو ہوں تو ہوں روشیں خلد کی پسند
میں کیا کروں مجھے ہے نجف کی گلی پسند

نورِ یقیں بھی آنکھوں کا آئے گا بعد میں
پہلے کرو تو سُرمۂ حُبِّ علیؑ پسند

غیبت میں اک امام کا ہونا ثبوت ہے
اللہ کو ہے علم کی بارہ دری پسند

سلمانؑ اس لئے ہوئے سلمانِ اہلِ بیتؑ
آئی درِ علیؑ کی انھیں نوکری پسند

کاہے کو لن ترانی کی سنتے صدا کلیمؑ
کرتے خدا کے گھر کی اگر روشنی پسند

ہم مشکلوں میں کیوں نہ کہیں یا علیؑ مدد
جب خود رسولِؐ حق کو ہے نادِ علیؑ پسند

اپنا کبھی نہ ہو گا عدوئے علیؑ سے ربط
وہ تیرگی پسند ہے ہم روشنی پسند

نامِ علیؑ تو خود ہی یہ کرتا ہے انکشاف
اللہ کو علیؑ کی ادا آ گئی پسند

اختر ہم اس لئے ہیں محبِ شہِ نجف
اُن کو جو ہے پسند ہمیں بھی وہی پسند

○

نجف سے دور ہوں لیکن مری نظر ہے اُدھر
جدھر علیؑ ہیں مری زیست کا سفر ہے اُدھر

نجف کی سمت مریضِ وفا نہ کیوں دیکھے
وہ کیا کرے کہ ہر اک غم کا چارہ گر ہے اُدھر

رواں ہوں اس لئے کاشانۂ علیؑ کی طرف
کہ شہرِ علمِ رسولِؐ خدا کا در ہے اُدھر

نہ کیوں نظر میں رکھوں حُسنِ کربلا و نجف
یہاں سے خُلد میں جانے کی رہ گزر ہے اُدھر

مرے شعور میں کعبہ بھی ہے نجف بھی ہے
اِدھر تو لب پہ دعا ہے مگر نظر ہے اُدھر

درِ علیؑ کی طرف اس لئے ہے روئے حیات
مسافرانِ محبت کا مستقر ہے اُدھر

بڑا ہی صاف پتہ ہے مرے ٹھکانے کا
جہاں ہیں پنجتنِؑ پاک میرا گھر ہے اُدھر

مسافرانِ شبِ غم الگ ہے راہ مری
جدھر علیؑ کا ہے چہرہ مری سحر ہے اُدھر

علی سے ہٹ کے جو نکلی ہے راہ اے اخترؔ
وہ راہِ بے خبری ہے بہت خطر ہے اُدھر

○

اک خدائے پاک ہے دینِ پیمبر ایک ہے
ایک شہرِ علم ہے اس شہر کا در ایک ہے

حق کے پیغمبرؐ کی بس نورِ نظر ہیں فاطمہؑ
ایک بیٹی ہے تو دامادِ پیمبرؐ ایک ہے

یہ سمجھ کر موڑتا روئے علیؑ سے اپنا رُخ
ایک ہے ساقیِ کوثر حوضِ کوثر ایک ہے

دوسری کوئی نہیں دنیا میں حیدر کی مثال
یہ تو مرحب بھی سمجھتا تھا کہ حیدر ایک ہے

چودہ تصویریں مصور نے بنا دی ہیں تو کیا
غور سے دیکھو تو تصویروں کا محور ایک ہے

پاک ہے دریا کی صورت سب اماموں کا وجود
جس سے ملتے ہیں یہ دریا وہ سمندر ایک ہے

اور کیا ہو گی بھلا شانِ ردائے فاطمہ
پنجتن ہیں جس کے سائے میں وہ چادر ایک ہے

ڈوب کر بھی شہر کو دیتا رہوں گا روشنی
اس کراچی میں بنی ہاشم کا اختر ایک ہے

○

ہم نے یہ دولت کمائی یا علیؑ کہنے کے بعد
چھین لی بُت سے خدائی یا علیؑ کہنے کے بعد

یہ ہے شیرِ کبریا سے عشقِ کامل کا صلہ
مل گئی ساری خدائی یا علیؑ کہنے کے بعد

ہم کو دیکھو الفتِ نفسِ رسولؐ اللہ میں
جو بھی شے مانگی وہ پائی یا علیؑ کہنے کے بعد

خیبر و خندق کی جنگیں ہوں کہ جنگِ نفس ہو
مومنوں نے فتح پائی یا علیؑ کہنے کے بعد

کر سکا کوئی نہ ہم سے روزِ محشر بھی سوال
ایسی نعمت ہاتھ آئی یا علیؑ کہنے کے بعد

ہم تو کیا تاریخ پڑھ لو خود رسولؐ اللہ نے
سب کی سب جیتی لڑائی یا علیؑ کہنے کے بعد

جب علیؑ نے فتحِ خیبر کی سنائی تھی خبر
خود رسالت مسکرائی یا علیؑ کہنے کے بعد

دستِ پیغمبرؐ نے باہر پھینک کر جھوٹے الٰہ
کر دی کعبے کی صفائی یا علیؑ کہنے کے بعد

میرا ذمہ خود علیؑ پوری کریں گے ہر مراد
کر لو قسمت آزمائی یا علیؑ کہنے کے بعد

ہاتھ جب سے آ گئی ہے دولتِ حبِّ علیؑ
ٹوٹا کشکول گدائی یا علیؑ کہنے کے بعد

مرتضیٰؑ نفسِ خدا کی عظمتیں جس کو ملیں
اس نے کی فرماں روائی یا علیؑ کہنے کے بعد

تم کو کیا معلوم کیا ہے حبِّ حیدرؑ کا اثر
اس سے ملتی ہے بڑائی یا علیؑ کہنے کے بعد

کسی کا خوف نہیں ہے خطر کسی کا نہیں
علیؑ کے چاہنے والوں کو ڈر کسی کا نہیں

فقط علیؑ کو یہ اعزاز حق نے بخشا ہے
کہ جس کو کہتے ہیں کعبہ وہ گھر کسی کا نہیں

عدوئے آلِ نبیؐ پُرفریب سایا ہے
یہ ہر بدن کے قریں ہے مگر کسی کا نہیں

جہاں سے مُہرِ سلیمانؑ عطا ہو سائل کو
سوائے نفسِ نبیؐ ایسا در کسی کا نہیں

فقط علیؑ کے لیے فیصلہ ہے قدرت کا
نبیؐ کے بعد سخن معتبر کسی کا نہیں

سوائے شیرِ خدا صحبتِ پیمبرؐ میں
ہزار نام ہیں لیکن اثر کسی کا نہیں

بڑے بڑوں کے ہیں دعوے مگر علیؑ کے سوا
فلاحِ خلق کی جانب سفر کسی کا نہیں

بجز علیؑ شبِ ہجرت نبیؐ کے بستر پر
جو نفس بیچ کے سوئے جگر کسی کا نہیں

نبیؐ کے بعد علیؑ کے سوا زمانے میں
نواحِ عرش بریں میں گزر کسی کا نہیں

سخن کی راہ میں اختر رواں تو ہوں لیکن
مرا سفر ہے اُدھر رخ جدھر کسی کا نہیں

بجز علیؑ قلبِ پیمبرؐ کی تمنا کون ہے
لم یلد کے گھر میں جو پیدا ہو ایسا کون ہے

تم کو تاریخِ زمانہ پر نہیں گر اعتبار
پوچھ لو جا کر غدیرِ خُم سے مولا کون ہے

خود سمجھ لو اہمیت اس کی نگاہِ قدس میں
جس کو پیغمبرؐ نے خیبر میں پکارا کون ہے

لامکاں سے کوئی ربطِ خاص ہے اُس کا ضرور
جس کے گھر پر عرش سے اُترا ستارا کون ہے

اس لئے نام خدا پر تھیں علیؑ کی بخششیں
لینے والا یہ تو سمجھے دینے والا کون ہے

دین کی تفہیم ہو جائے اگر سمجھے بشر
مولدِ حیدرؑ ہے کیا مولودِ کعبہ کون ہے

ایک ہی شب کے ہیں دو کردار لیکن منصفو
یہ تو دیکھو کون رویا اور سویا کون ہے

کوئی مشکل ہی نہیں پہچان ربِ دہر کی
بس ذرا معلوم کر لو رب کا چہرا کون ہے

قصۂ معراج سُن کر یہ تو بتلائے جہاں
جس کے لہجے میں خدا بولا وہ بندہ کون ہے

ہے مجھے حق کے نبیؐ کے قول پر کامل یقیں
بجز علی اس دھر میں اختر کا مولا کون ہے

O

چشمِ قدرت میں نہ ہو جب تک کوئی منظر نیا
بن نہیں سکتا ہے دیوارِ حرم میں در نیا

جب علیؑ کو حکم پیغمبرؐ تھا سونے کے لئے
ہجر کی شب کیوں نہ سوتے دیکھ کر بستر نیا

خود پیمبر کے تبسم سے عیاں ہوتا ہے آج
مل گیا اسلام کی شمشیر کو جوہر نیا

جس کو بننا تھا پیمبرؐ کا وصی وہ بن چکا
اب نہ آئینہ نیا ہو گا نہ اسکندر نیا

جس کے سینے میں نہیں گنجائشِ حُبِّ علیؑ
چھوڑ کر دامانِ حیدرؑ ڈھونڈ لے رہبر نیا

سورۂ کوثر تو قرآں میں ہے زہراؑ کے لئے
جس میں ہمت ہے بنا لے سورۂ کوثر نیا

جز علیؑ کوئی نہیں ختمِ رسالتؐ کا امیں
دائرے میں بھی بدلتا ہے کبھی محور نیا

اس لئے مولودِ کعبہ کی ہے اک عالم میں دھوم
گھر پرانا لامکاں کا ہے مگر منظر نیا

ہاتھ خالی دیکھ کر پیغمبرؐ اسلام کا
فاطمہؑ بنتِ اسد نے دے دیا گوہر نیا

خُم کے میداں میں نبیؐ مدحِ علیؑ یوں کر گئے
بعد میرے یہ ہے روحِ عصر کا پیکر نیا

شاعرو مدحِ نبیؐ کو اک نیا رُخ مل گیا
اب نئی مدحت کی خاطر کھول لو دفتر نیا

ذہن ہے یہ پنجتنؑ کے فیضِ لامحدود کی
پیش کرتا ہے قصیدہ بزم میں اختر نیا

O

حرم کی گود میں جو روشنی ہے
محمدؐ کا یہ ارمانِ دلی ہے

سبق جبریلؑ کو جس نے پڑھایا
اک ایسا بھی جہاں میں آدمی ہے

علیؑ کیوں رد کریں سائل کی حاجت
وہ گھبرائے جسے کوئی کمی ہے

اسے پھر کیا کہیں گے اہلِ عالم
امامت جس کے دامن میں پلی ہے

علیؑ میں سارے اوصاف نبیؐ ہیں
بس اک مہر نبوّت کی کمی ہے

علیؑ خود کون سی منزل پہ ہوں گے
علیؑ کا نام ہی جب زندگی ہے

محمدؐ کیوں نہ ہوں نازاں علیؑ پر
نبوت کو خطابت اب ملی ہے

پیمبر اس لئے کعبے میں خوش ہیں
یہ بچہ موجبِ نادِ علیؑ ہے

علیؑ کیا آئے کعبے کی فضا میں
دو عالم کی تجلّی آگئی ہے

تمہیں کیا روشنی کی فکر اختر
تخلص میں تمہارے روشنی ہے

○

یہ احمدؐ ہیں برادر کیا ملا دل کو قرار آیا
وہ یوسفؑ تھے نہ جن کو بھائیوں پر اعتبار آیا

چلو مہرِ نبوّت سے علیؑ کا مرتبہ پوچھیں
یہ پہلا دہر میں دوشِ پیمبرؐ کا سوار آیا

بہارِ خلد کا مسکن تھا گھر عمرانؑ کا لیکن
خدا کی مصلحت کعبے سے وہ جانِ بہار آیا

خداوندا تعارف یوں ہو میرا حوضِ کوثر پر
جو ساقی ہے وہ خود کہہ دے یہ میرا بادہ خوار آیا

مری باتوں نے دشمن کی دلیلیں کاٹ کر رکھ دیں
ذرا سی دیر کو لب پر جو نامِ ذوالفقار آیا

یہ اعجازِ عمل تھا یا کرامت اسمِ اعظم کی
خدا مقصود تھا لیکن علیؑ کو میں پکار آیا

یہ دن کا معرکہ پیشِ علیؑ وقعت نہیں رکھتا
وہ کیا خیبر کو سمجھے جو شبِ ہجرت گزار آیا

خدا کے شیر نے یوں روزِ خندق سر کیا میداں
کہ جیسے دین کا اک قرض باقی تھا اتار آیا

ہمیں دشمن کی بھی تاریخ بتلاتی ہے یہ اختر
علیؑ وہ ہے نہ جس کی پشت پر دشمن کا وار آیا

○

علیؑ کے حسن علیؑ کے شباب کے بدلے
جہاں میں لاؤ کوئی بوترابؑ کے بدلے

سوال کچھ بھی نکیرین کا ہو مرقد میں
علیؑ علیؑ میں کہوں گا جواب کے بدلے

فرشتے حشر میں یوں کھوئے داغِ ماتم میں
وہ دیکھتے رہے مجھ کو حساب کے بدلے

خدا کا حکم یہی تھا نبیؐ کے بستر پر
وصی ہی سوئے رسالت مآبؐ کے بدلے

نبیؐ کے بعد نبیؐ کو بھلانے والوں نے
علیؑ کے بغض میں معنی کتاب کے بدلے

رہِ وفا میں امامؑ برہنہ پا کے لئے
جگہ جگہ پہ تھے کانٹے گلاب کے بدلے

مجھے نہ چاہیے دنیا کے میکدے والو
کچھ اور عشقِ علیؑ کی شراب کے بدلے

O

خدا قائم رکھے یہ دن بھی آیا آج قسمت سے
رسالتؐ کی تجلی مل گئی نورِ امامت سے

کوئی ایسی مثال اب تک زمانے میں نہیں گزری
دو عالم کی عبادت کم ہوئی ہو ایک ضربت سے

تقابل ہے عبث حیدرؑ کا آدم سے مگر اتنا
یہ ہیں جنت کے مالک اور وہ نکلے ہیں جنت سے

علیؑ کو گر نہ کہتے حق نصیری اور کیا کہتے
علیؑ کی بخششیں تو مل گئیں دامانِ رحمت سے

ذرا بچے کو بڑھنے دو جہاں کا دم بھی نکلے گا
ابھی تو صرف بت نکلے ہیں حیدرؑ کی ولادت سے

علیؑ کا خانۂ حق میں تولّد خود بتاتا ہے
خدا کو کام لینا ہے نبوّت کا امامت سے

نبیؐ نے کیا کبھی مولا انہیں کہہ کر پکارا ہے
میں اتنا پوچھنا چاہوں گا اربابِ حکومت سے

جمالِ حیدری کو دیکھ کر نیّت یہ کہتی ہے
میں اک سجدہ کروں لیکن پیمبرؐ کی اجازت سے

وہ پہلے چھاؤں میں تیغوں کی نذرِ جاں کرے ورنہ
کوئی نفسِ نبیؐ بنتا نہیں اپنی ریاضت سے

خدا کے حکم پر ہم چل رہے ہیں آج تک اخترؔ
خدا نے کر دیا ہے خود جدا عترت کو امت سے

○

یہ کائناتِ عقیدت بڑی امان میں ہے
علیؓ کا واسطہ جب تک کہ درمیان میں ہے

علیؓ کا آگیا وارث تو حشر ڈھائے گا
درست کر لو صفیں تیر ابھی کمان میں ہے

تمیز ظالم و مظلوم ہی نہیں جس کو
ابھی وہ شخص فقط قریۂ گمان میں ہے

زبانِ میثمؒ تمار کٹ گئی تو کیا
علیؓ کی قدر زباں میں نہیں ہے جان میں ہے

نہ جانے کب مری ماں نے مجھے سکھایا تھا
علیؑ کے نام کا اب تک مزہ زبان میں ہے

حصولِ جاہ کی خاطر کبھی قدم نہ بڑھے
یہ بات بس ابو طالبؑ کے خاندان میں ہے

علیؑ و کعبہ ملے دو ہی محترم ایسے
کہ جو کشش ہے مکیں میں وہی مکان میں ہے

درودِ پاک پہ تکمیل ہے نمازوں کی
اسی سبب سے تو خیر العمل اذان میں ہے

مجھے سوال و جوابِ لحد کی کیا پرواہ
علیؑ کا نام مرے نزع کے بیان میں ہے

میں اس کی عظمتِ کردار کو کروں گا سلام
علی سا لاؤ۔ اگر کوئی اس جہان میں ہے

فرشتو جاؤ یہ موقع نہیں ہے باتوں کا
ابھی نہ چھیڑو کہ اخترؔ علیؑ کے دھیان میں ہے

O

مجھ پر جمی ہوئی تھی نظر حادثات کی
حُبِّ علیؑ سے مل گئی منزل نجات کی

محسوس یہ ہوا کہ ہے جنت وہیں کہیں
جب بھی علیؑ کے چاہنے والوں نے بات کی

اپنا تو وہ امام ہے اپنا وہ راہبر
جس کے قدم پہ خم ہے جبیں کائنات کی

جس بزم میں بھی ذکر ہو نفسِ رسولؐ کا
سمجھو کہ ہو رہی ہیں وہ باتیں حیات کی

اللہ ہی بتائے تو شائد کھلے یہ راز
اب تک تو حد ملی نہ علیؑ کے صفات کی

یہ معجزہ نہیں ہے علیؑ کا تو پھر ہے کیا
اب روشنی دلوں میں ہے ہجرت کے رات کی

سمجھے یہی حضورؐ کے لہجہ علیؑ کا ہے
معراج میں نبیؐ نے جو خالق سے بات کی

کعبے میں کیا علیؑ نے اٹھایا بتوں پہ ہاتھ
صورت بگڑ کے رہ گئی لات و منات کی

اختر سمجھ میں آئیں گے اس وقت پھر علیؑ
پہلے حدیں تو چھو لے کوئی ممکنات کی

زندہ رہ جائے گا وہ پیرو حیدرؑ کی طرح
پہلے کردار تو پیدا کرے قنبرؓ کی طرح

بحرِ الفت میں چمکتا ہے وہ گوہر کی طرح
جان دینا جسے آتا ہے ابوذرؓ کی طرح

کون سمجھے گا بھلا منزلتِ علمِ علیؑ
ان کی باتوں میں روانی ہے سمندر کی طرح

بوتراب اس لئے حیدرؑ کو پیمبرؐ نے کہا
یہ زمیں کو بھی اٹھالیں درِ خیبر کی طرح

مادرِ شیرِ خدا کا ہے یہ ادنیٰ اعزاز
کعبۃ اللہ میں رکھتی ہیں قدم گھر کی طرح

جانشیں حق کے پیمبرؐ کا اسے کہہ دوں مگر
تیغ کی چھاؤں میں سوئے تو پیمبرؐ کی طرح

جس جگہ پنجتنِ پاک کے انوار ملیں
ایک بھی گھر نہیں زہراؑ کے بھرے گھر کی طرح

کوئی دے سکتا نہیں ایسے گھرانے کو شکست
جس میں اک ننھا سا بچہ بھی ہے لشکر کی طرح

جب سے کھائی ہے درِ آلِ محمدؐ کی ہوا
میرے اشعار چمکنے لگے اخترؔ کی طرح

O

یہاں کہاں جسدِ کذب و افترا کے قدم
علیؑ کے در پہ ملیں گے فقط وفا کے قدم

خدا کے گھر میں تو جا کر ٹھٹھک گئی ہے نگاہ
نبیؐ کے دوش کو دیکھوں کہ مرتضیٰؑ کے قدم

نبیؐ تو چھوڑ گئے تھے نظامِ حق کی کتاب
علیؑ نہ ہوتے تو رک جاتے ارتقا کے قدم

نبیؐ کے پاؤں جہاں رک گئے تھے منزل میں
علیؑ وہیں سے چلے ہیں چچا چچا کے قدم

علیؑ کے سامنے فطرت کو سرنگوں دیکھا
اگر یہ چاہیں تو اٹھنے نہ دیں ہوا کے قدم

نفاذِ شرع کا رستہ کٹھن تھا بعدِ نبیؐ
علیؑ نے لے لیا یہ بار بھی بڑھا کے قدم

علیؑ وہاں بھی ملے مصطفےؐ کو منزل پر
جہاں پہ ہو گئے مجبور انبیاء کے قدم

خدا کے دین کا خاکہ ادھورا رہ جاتا
جو درمیان میں ہوتے نہ سیدہؑ کے قدم

دعا کے پاؤں میں اخترؔ کہاں یہ تیزی تھی
علیؑ کے نام سے آگے بڑھے دعا کے قدم

O

بلند اتنا ہوا آفتابِ عشقِ علیؑ
نہ لا سکا کوئی اب تک جوابِ عشقِ علیؑ

قضا کے سامنے لب پر ہے یا علیؑ کی صدا
خزاں میں دیکھو کھلا ہے گلابِ عشقِ علیؑ

بڑا مزہ ہو جو محشر میں خود خدا پوچھے
حسابِ حشر سے پہلے حسابِ عشقِ علیؑ

خدا پسند نبیؐ آشنا عمل یہ ملا
سمجھ کے میں نے کیا ارتکابِ عشقِ علیؑ

کتابِ دہر بھی اک دن تو بند ہو گی مگر
کھلی رہے گی ہمیشہ کتابِ عشقِ علیؑ

مرے خدا مری الفت کا ماجرا مت پوچھ
مجھے تو آتا ہے بس اک نصابِ عشقِ علیؑ

یہ چار دن کی ہے دنیا یہاں جزا کیسی
کھلے گا خلد میں کارِ ثوابِ عشقِ علیؑ

علیؑ کا ذکر مٹے گا نہ قلبِ عالم سے
شبابِ دینِ خدا ہے شبابِ عشقِ علیؑ

ہے میکشی کا اثر اختلالِ ذہن مگر
بھٹکنے دیتی نہیں ہے شرابِ عشقِ علیؑ

ملی نہ فرصتِ علم و عمل کبھی اختر
تمام عمر پڑھی بس کتابِ عشقِ علیؑ

O

محبتوں سے علیؑ الفت کا یوں اظہار کرتے ہیں
جو ان کو پیار کرتا ہے اسے یہ پیار کرتے ہیں

نبیؐ نے کیوں زباں مولودِ کعبہ کے دہن میں دی
کوئی تو بات ہے جس کا نبیؐ اقرار کرتے ہیں

بھلا کیسے علیؑ راضی ہوئے ہوں اس کی بیعت پر
.ب ایسے شخص کی بیعت سے ہم انکار کرتے ہیں

انہیں کل دیکھنا محشر کی گرمی کیا دکھاتی ہے
ولایت سے علیؑ کی آج جو انکار کرتے ہیں

مصائب کی گھڑی میں مرتضیٰؑ کا نام لینے سے
نہ روکو یہ عمل تو احمدِ مختار کرتے ہیں

یہی اپنا وتیرہ ہے یہی اپنی عبادت ہے
علیؑ کہہ کر خدا کے عشق کا اظہار کرتے ہیں

کوئی ایسا بشر اب تک زمانے میں نہیں گزرا
خدائی مل رہی ہے اور علیؑ انکار کرتے ہیں

○

ہر وسوسے کو قلبِ جہاں سے مٹا گیا
جس کے لئے یہ کعبہ بنا تھا وہ آ گیا

اللہ کا جلال بشر کے لباس میں
صورت دکھانے آیا تھا صورت دکھا گیا

راہِ خدا میں یہ بھی ہے حق کے ولی کا فیض
کانٹے ہٹا کے پھول کا بستر بچھا گیا

تہذیب پر کرم ہے یہ نفسِ رسول کا
دنیا میں خاندانِ مودّت بسا گیا

آغوشِ مصطفیٰؐ کا اثر ہے کہ ایک طفل
عالم تو کیا طبیعتِ عالم پہ چھا گیا

پیدائشِ علیؑ پہ یہ کیوں ہے چناں چنیں
کعبہ تھا جس کا گھر وہی گھر والا آگیا

اخترؔ مزہ تو جب ہے کہ جاؤں جہاں جہاں
دنیا کہے علیؑ کا پرستار آ گیا

○

نفسِ خدا کا ذکر جو آیا زبان پر
جبریلؑ جھومنے لگے میرے بیان پر

جب بھی رسولِؐ حق پہ مصیبت کوئی پڑی
آیا علیؑ کا نام نبیؐ کی زبان پر

چمکی جو تیغِ حیدری فی النار ہو گیا
مرحب اکڑ رہا تھا بڑی آن بان پر

اپنی حیات میں جو کہا تھا رسولؐ نے
بعدِ نبیؐ وہی ہے علیؑ کی زبان پر

آئے گا اس میں نام علیؑ بعدِ مصطفےٰؐ
قدغن کوئی لگا نہیں سکتا اذان پر

کس طرح سے علیؑ کو گوارا ہو یہ نظام
قبضہ رہے بتوں کا خدا کے مکان پر

اختؔر علیؑ علیؑ جو زباں پر ہے رات دن
پرواز کر رہی ہے نظر آسمان پر

○

شکر کیسے ہو ادا خالق کے اس احسان کا
قلبِ کعبہ میں نظر آیا ہے دل ایمان کا

اک نیا در اس لئے دیوار کعبہ میں بنا
یوں بھی استقبال کرتا ہے خدا مہمان کا

وہ تو کہئے لب ہی اہلبیتؑ نے رکھے خوش
ورنہ اِک چہ نہ بچ پاتا بنی نجران کا

بس ہت صامت کو کعبے سے نکلنا ہی پڑا
سامنا وہ کیسے کرتے بولتے قرآن کا

جنگ کرنے آ گیا تو جسمِ مادر کے خلاف
دیکھ لے مرحب یہ حیدرؑ لال ہے عمرانؑ کا

گر علیؑ کو لے نہ جاتے سوئے نجراں خود نبی
کیسے دنیا کو پتہ چلتا نبیؑ کی جان کا

بات پھر کرنا علیؑ کے منتہائے علم کی
پہلے اندازہ تو کر لو بوذرؓ و سلمانؓ کا

حق نے کعبے میں علیؑ کو اس لئے پیدا کیا
مومن و کافر میں اک حدّہ تو ہو پہچان کا

میری کشتی کو ڈبونے کی اگر ہمّت کرے
یا علیؑ کہہ کر ابھی رخ موڑ دوں طوفان کا

منقبت پہ اپنی اختر میں بھی کرتا فخر و ناز
ہاتھ آ جاتا اگر اِک شعر اطمینان کا

O

نعتیں خلق ہوئیں بنتِ پیمبرؐ کے لئے
فاطمہ آئیں زمانے کے مقدر کے لئے

عصمتِ و عزمِ نبیؐ امر و کمالاتِ امام
کتنے سامان بنائے گئے اک گھر کے لئے

گر نہ ہوتا ورقِ دھر پہ زہراؑ کا وجود
پھر تو مشکل تھی بڑی نسلِ پیمبرؐ کے لئے

حق نے کعبے کے لئے نفسِ پیمبرؐ کو چنا
منتخب یہ ہوئیں تطہیر کی چادر کے لئے

یہ نہ ہوتیں تو نہ آیات کے معنی کھلتے
ان کا ہونا ہے شرف سورۂ کوثر کے لئے

اک سمندر ہے طہارت کا نبیؐ کی بیٹی
کب طہارت کی ضرورت ہے سمندر کے لئے

یہ تو زہراؑ کی فضیلت کا نمونہ دیکھا
کب نبیؐ اٹھتے ہیں تعظیم کو دختر کے لئے

نیچے اُترا بھی تو زہراؑ کے مکاں پر اُترا
یہ بھی اعزاز ہے کونین میں اختر کے لئے

O

اس لئے زہراؑ جہاں میں باعثِ توقیر ہے
سب سے پہلی یہ رسولؐ اللہ کی تصویر ہے

یہ تو ہم پر ہے کہ ہم حق کا کرم سمجھیں کسے
آدمی ہی شاخِ گل ہے آدمی ہی تیر ہے

سو بلاؤں کے مقابل میں جو ٹھہرے ہیں حسینؑ
یہ تو بنتِ مصطفٰےؐ کے گود کی تاثیر ہے

جب سے بنتِ مصطفٰےؐ کا نام حرزِ جاں ہوا
اب مری تدبیر سے آگے مری تقدیر ہے

بنتِ احمدؐ کے جہاں میں یوں تو ہیں لاکھوں شرف
سب سے بڑھ کر یہ شرف ہے مادرِ شبیرؑ ہے

فاطمہؑ ہے وسعت کونین میں ام الکتاب
سورۂ کوثر تو اس قرآن کی تفسیر ہے

فاطمہؑ کا نام خالق نے لیا تھا ایک دن
اب تو نامِ فاطمہؑ ہی آیۂ تطہیر ہے

فاطمہؑ کا حق کوئی غاصب چھپا سکتا نہیں
پاؤں میں اجرِ رسالتؐ کی اگر زنجیر ہے

ایک دور ایسا بھی وقت نے دکھایا ہے
صلح جو نے حکمت سے جنگ جو کو مارا ہے

تم کہو حقیقت میں جیت ہار ہے کس کی
ایک مر کے جیتا ہے ایک جی کے ہارا ہے

اس لئے پیمبر ہیں خوش حسنؑ کی آمد سے
اتہامِ اعدا کا یہ جواب لایا ہے

فاطمہؑ سی مادر ہے مصطفیٰؐ ہیں حیدرؑ ہیں
ایک لال کو کتنی گودیوں نے پالا ہے

کیسے ابنِ ہندہ ہو مثلِ ابنِ زہراؑ کے
وہ تمام اندھیرا ہے یہ تمام اُجالا ہے

اس قدر نبوت سے متّصل امامت ہے
وہ خدا کا سایا ہے یہ نبیؐ کا سایا ہے

جانتا ہے زہراؑ کے یہ درِ فضیلت کو
آدمی سے بہتر تو عرش کا ستارا ہے

منحصر یہ تم پر ہے ایک راہ اپنا لو
اِک طرف حسنؑ والے اک طرف زمانا ہے

طرح کے قوافی میں دو الف تھے اے اخترؔ
فن کا جو تقاضا تھا ہم نے وہ نبھایا ہے

○

تلبیسِ اقتدار پہ بھرپور وار تھی
صلحِ حسنؑ نہیں تھی وہی ذوالفقار تھی

ظالم نے اک امام کی تحریر چیر کر
دیکھا تو سلطنت کی قبا تار تار تھی

یہ ہچکیاں نہیں تھیں دمِ مرگ موت کی
توہینِ امن نیتِ فاسق پہ بار تھی

رکھتا قدم وہ قافلۂ حق میں کس طرح
چشمِ حسنؑ میں جس کی حکومت غبار تھی

وہ دین کا مزاج سمجھتا تو کس طرح
جس شخص کے مزاج پہ دنیا سوار تھی

اک ذلتِ مدام تھی رُخ اس سے موڑنا
جو کائنات میں بجزِ اعتبار تھی

دستِ حسنؑ میں سارا ہے دستِ خدا کا زور
شمشیر جس کی مرحب و عنتر شکار تھی

اُس شخصیت سے بغض تھا اہل نفاق کو
جو حاملِ مشیتِ پروردگار تھی

اختر حدیبیہ سے تھا صلح حسنؑ کا ربط
وہ تیغ تھی یہ تیغ سیاست کی دھار تھی

O

نظر کا حسن ہے اور قلب کی طہارت ہے
حسنؑ کا حکم ہی اللہ کی عبادت ہے

کسی کو کیا جو مرا دل ہے محوِ ذکرِ حسنؑ
یہ اپنا اپنا عمل اپنی اپنی عادت ہے

نہ جانے اس کے عمل کا وقار کیا ہو گا
کہ جس کو دیکھنا قرآن کی تلاوت ہے

اِدھر اُدھر درِ جنت کے ڈھونڈنے والے
حسنؑ کے پاؤں جہاں ہیں وہیں پہ جنت ہے

حسنؑ کے نام سے آئے کہاں سے ہوئے شکست
یہ اُس کا لال ہے جو فتح کی علامت ہے

نبیؐ و آلِ نبیؐ کو فقط یہ ہے معلوم
کہاں پہ صلح کہاں جنگ کی ضرورت ہے

بڑا ہی سہل نشاں ہے اب آدمیت کا
جدھر حسنؑ ہیں اُسی سمت آدمیت ہے

نظر کا رُخ رہے ناطق کتابِ حق کی طرف
یہ پنجتنؑ کے صحیفے کی چوتھی آیت ہے

اسے نہ عام سا اک طفل مہ جبیں سمجھو
جہاں میں امن و اماں کی یہی ضمانت ہے

O

صلح حسنؑ کو دین کی عظمت سمجھ کے دیکھ
حق کی رضا بھی ہے تو عبادت سمجھ کے دیکھ

موقع دیا کہ اور نکھر جائے کربلا
شبرؑ کے اس عمل کو بشارت سمجھ کے دیکھ

شبرؑ کی صلح فعل نبیؐ کا ہے آئینہ
اس کو حدیبیہ ہی کی صورت سمجھ کے دیکھ

امن و امان دہر کی ضامن ہو جس کی ذات
ایسے بشر کو حق کی عنایت سمجھ کے دیکھ

جو لامکاں کے گھر میں ہو پیدا تو پھر اسے
قدرت سمجھ کے سوچ کرامت سمجھ کے دیکھ

ہوتے نہ یہ تو معنیِ قرآں نہ بولتے
کردار اہل بیتؑ کو نعمت سمجھ کے دیکھ

شکلِ بشر میں آیا ہے شہزادۂ جناں
حیدرؑ کی بارگاہ کو جنّت سمجھ کے دیکھ

اختر جو دیکھنا ہے جمالِ رخِ حسنؑ
قرآنِ کردگار کی سورت سمجھ کے دیکھ

O

اگرچہ تیز مری مدحتوں کا بادہ ہے
حسنؑ کے ذکر میں کچھ چاشنی زیادہ ہے

میں لکھنا چاہتا ہوں بس حسنؑ کا نام وہاں
جہاں جہاں ورق کائنات سادہ ہے

جسے پہن کے اکڑتا بہت ہے والیٔ شام
وہ ایک شخص کا اترا ہوا لبادہ ہے

خدا کو ڈھونڈنے والو حسنؑ سے ربط رکھو
وہی ہے جادۂ حق جو حسنؑ کا جادہ ہے

حسنؑ جو کہہ دیں وہی ہے کلامِ مصطفوی
حسنؑ جو چاہیں وہ اللہ کا ارادہ ہے

جہاں جہاں ہیں الوہی صداقتوں کے نشاں
وہیں وہیں ابو طالبؑ کا خانوادہ ہے

اب اس سے بڑھ کے بھلا خدمت عباد ہو کیا
جہاں حسنؑ میں وہیں خلق کا افادہ ہے

درِ امام پہ پہلے ہی ان سے تھا موجود
سمجھ رہے تھے جو اخترؔ کو پاپیادہ ہے

O

اُسے اللہ سے سب کچھ ملا ہے
حسنؑ کی سمت جس نے رُخ کیا ہے

مدارِ فتح ہے صلح حسنؑ پر
مدینے تک زمینِ کربلا ہے

یہ وہ ہستی ہے جس کے علم میں ہے
نفس سے زیست کا کیا فاصلہ ہے

تڑپتا ہے زمانہ جس کی خاطر
وہ جنت اُن کے زیرِ نقشِ پا ہے

یہ اپنے قول کے اتنے ہیں سچے
انہوں نے کہہ دیا ہے تو خدا ہے

اب اس سے بڑھ کے کیا عظمت ہو ان کی
خدا ان کی زباں سے بولتا ہے

یہ اہلبیتؑ ہی بس جانتے ہیں
گلوں کی خوشبوؤں کا وزن کیا ہے

دعا اس شرط پر مقبول ہو گی
اگر ان کا دعا میں واسطہ ہے

یقیناً وہ شجاعِ عصر ہو گا
پدر جس شخص کا شیرِ خدا ہے

پیمبر ہی سے پوچھو اس کی عظمت
جو آغوشِ پیمبرؐ میں پلا ہے

حسنؑ کا ذکر اخترؔ دم بہ دم ہو
کہ ان کا نام ہی ردِ بلا ہے

O

ملا یہ فخر فقط حیدری گھرانے کو
یہ لوگ روک لیں چلتے ہوئے زمانے کو

سفید یوں ہوا صلح حسنؑ سے دیدۂ کفر
نظر لگی نہ پیمبرؐ کے آستانے کو

نبیؐ کے لال تری ضربِ صلح کے صدقے
سلام کرتی ہیں تیغیں ترے نشانے کو

زمانے والوں نے کیا کیا چلی نہ چال مگر
حسنؑ کے حکم سے چلنا پڑا زمانے کو

بنا ہی جس کی ہو احکامِ دین پر قائم
ہے کس میں دم جو جلا دے اس آشیانے کو

کھلے گا جلد ہی تسبیح فاطمہؑ کا کمال
ابھی تو دہر نے دیکھا ہے ایک دانے کو

بجز اہلبیتؑ وہ کیوں غیر سے رکھے امید
یہ گھر ہی کافی ہے اخترؔ کے بخشوانے کو

○

جب آئینے نہیں ہوتے ہیں جوہروں سے الگ
حسنؑ کا ذکر ہو کیسے پیمبروں سے الگ

حسنؑ کے ذکر کو اجداد سے جدا نہ کرو
رواں ہے کب کوئی دریا سمندروں سے الگ

نہ صرف علم میں افضل ہے آل امت سے
ہے گھر بھی آل کا اصحاب کے گھروں سے الگ

اگرچہ دونوں میں ہے ربط و ضبط مصنوعی
مگر ہے ماہیتِ آب پتھروں سے الگ

شمول غیر نہ ہو ہاشمی جوانوں میں
رکھو شغال کی ہستی غضنفروں سے الگ

مثال کعبہ ہے کونین میں حسنؑ کا مقام
یہ سجدہ گاہِ عقیدت ہے مندروں سے الگ

نبیؐ کی آل بہ مرگ کام آئے گی
یہ راہبر ہیں زمانے کے رہبروں سے الگ

نبیؐ و آلِ نبیؐ جن کی فکر کی ہوں اساس
وہ مدح خواں ہیں غزل کے سخنوروں سے الگ

مجھے ہے تاجِ عقیدت سے بس غرض اختر
گہر ہمیشہ ہی رہتا ہے کنکروں سے الگ

O

یہ اہتمام خدا نظم پنجتنؑ کے لئے
حروف وضع کئے مدحتِ حسنؑ کے لئے

نبیؐ بھی کیا کریں منشائے ایزدی یہ ہے
کہ منتظر رہیں زہرا کے گُل بدن کے لئے

کسے خبر تھی کہ دُنیا میں کام آئے گا
یہ ایک پھول چمن بندیٔ وطن کے لئے

بڑھی وجودِ امام حسنؑ سے رونقِ دیں
یہ قد بھی چاہیے تھا جسمِ پنجتنؑ کے لئے

اسی لئے تو خدا نے یہ خلق کی سورت
پڑھیں حسنؑ کو محمدؐ کی فکر و فن کے لئے

کے بتاؤں میں تاثیر اسم سبطِ نبیؐ
یہ نام لیتا ہوں شیرینیٔ دہن کے لئے

وہ ایک پیکرِ معصوم آج آیا ہے
فرشتے بھیجے گئے جس کے پیرہن کے لئے

ہر اک ادائے مناجات بے اثر ہو گی
زبان اگر نہیں مداحِ حسنؑ کے لئے

مرے لئے تو یہ اخترؔ بڑی ہی نعمت ہے
حسنؑ کی مدح کروں اپنے ذوقِ فن کے لئے

O

صلحِ حسنؑ نے وقت کے دھارے کو موڑ کے
رکھ دی منافقت کی کلائی مروڑ کے

یہ سبطِ مصطفیٰؐ کے تدبر کا فیض تھا
پسپا فریب ہو گیا ہاتھوں کو جوڑ کے

نخلِ نبیؐ جو کاٹ کے کرتے ہیں گل تلاش
دانوں کو چُن رہے ہیں وہ تسبیح توڑ کے

ترکِ جہاں مقدرِ سبطِ نبیؐ تو تھا
اٹھے مگر حکومتِ باطل جھنجھوڑ کے

یہ فخر سے بقا کی طرف جا رہا ہے کون
آئینۂ حیاتِ رعونت کو توڑ کے

یہ جرأت حسنؑ تھی کہ دنیا کو دے دیا
صلحِ حدیبیہ کا خلاصہ نچوڑ کے

اللہ ری سیاستِ سرکارِ صلح و امن
دی ہے شکستِ پائے اُمیّہ کو توڑ کے

اختر کہیں گے حشر میں یہ دشمنانِ دیں
بگڑی ہے شکل آلِ محمدؐ کو چھوڑ کے

O

سارے جہاں میں دھوم شکستِ قضا کی ہے
اب جس طرف بھی جائیں ہوا کربلا کی ہے

اب روکنے سے رک نہیں سکتا غمِ حسینؑ
زندہ رہیں حسین یہ مرضی خدا کی ہے

کیسے بھلا دیں ذکرِ علمدارِ کربلا
ہم کیا کریں کہ دل پہ حکومت وفا کی ہے

پیاسی خدا کی فوج ہے جاری مگر سبیل
آبِ فرات کی نہیں آبِ بقا کی ہے

ایسا نہ ہو کہ صبح قیامت کا ہو نزول
آواز ہم شبیہ پیمبرؐ بلا کی ہے

بے پردگی حسینؑ کے ناموس کی ہے موت
زینبؑ کو فکر ہے تو فقط اک ردا کی ہے

میری جبیں جو حشر میں ہے مرکزِ نگاہ
تاثیر یہ طہارتِ خاکِ شفا کی ہے

کانٹوں کو جس نے اپنے بدن کا لہو دیا
ہمت جہاں میں صرف یہ زین العباؑ کی ہے

اخترؔ مجھے ملا ہے جو گنجینۂ نکات
برکت مرے سخن پہ حدیثِ کسا کی ہے

O

قلبِ وفا کو خونِ تمنا ہی راس ہے
اب تو غمِ حسینؑ ہی دل کی اساس ہے

پیاسوں کا معجزہ یہ نہیں ہے تو پھر ہے کیا
دریا ہے پاس ساحلِ دریا کو پیاس ہے

شبیرؑ ہے جمال ضیائے پیمبریؐ
لیکن یزید جسم کا میلا لباس ہے

ہم مانتے ہیں زینبؑ و سجادؑ کے اصول
ظالم سے احتجاج کا ڈھنگ اپنے پاس ہے

مہکا گیا حیات کو خونِ رگِ حسینؑ
ہر بوند میں لہو کے گلستاں کی باس ہے

ممکن نہیں کہ ذکرِ علمدارؑ مٹ سکے
ہر دور پہ محیط سکینہؑ کی پیاس ہے

یہ ہے شجاعت علی اصغرؑ کا معجزہ
صدیاں گزر گئیں ہیں مگر دل اداس ہے

اختر عجیب راز یہ بتلا گئے حسینؑ
جو کربلا نواز ہے وہ حق شناس ہے

O

فیضِ خدا نبی کا کرم اپنے پاس ہے
کچھ غم نہیں حسینؑ کا غم اپنے پاس ہے

کاغذ کے قلب میں، میں سمو دوں گا کربلا
تم کو خبر نہیں ہے قلم اپنے پاس ہے

بھر دوں گا کائنات میں شبیریت کا ذوق
فکرِ عرب شعورِ عجم اپنے پاس ہے

جس نے فنا کیے ہیں ارادے یزید کے
ہمت وہی خدا کی قسم اپنے پاس ہے

کٹنے نہ دوں گا گردنِ پیغام اہلِ بیتؑ
عباسؑ کی وفا کا علم اپنے پاس ہے

اب دھجیاں اُڑیں گی یزیدانِ وقت کی
ہر اک جوازِ ردِ ستم اپنے پاس ہے

ظالم سے احتجاج کا انجام کچھ بھی ہو
لیکن مقابلے کا تو دم اپنے پاس ہے

فرشِ عزائے شاہ پہ کیا دو گھڑی رہے
کعبہ ہے اپنے پاس ارم اپنے پاس ہے

آؤ نصیبِ اخترؔ بے مایہ دیکھ لو
فہرستِ عاشقانِ حرم اپنے پاس ہے

○

صبح سے مجھ کو غرض کوئی نہ وقتِ شام سے
میں ہوں وابستہ حسینؑ ابنِ علیؑ کے نام سے

دلکشا کتنی ہے تاثیر مئے حُبِ حسینؑ
رات دن مدہوش رہتا ہوں اسی اِک جام سے

رات دن لب پر ہے میرے ایک نعرہ یا حسینؑ
اب مری پہچان ہوتی ہے اسی اِک نام سے

جس پہ ہو جائے ذرا فیضِ حسینؑ ابنِ علیؑ
موت کو تسخیر کر لیتا ہے وہ آرام سے

اس لئے شبیرؑ پہ ہم نذر کرتے ہیں حیات
ہم مہذب ہو گئے شبیرؑ کے پیغام سے

جن کے سینوں میں بسی ہے عظمتِ شانِ حسینؑ
اب وہ ٹکر لے رہے ہیں گردشِ ایام سے

کفر کے زنغے میں ایماں کے تحفظ کے لئے
آج بھی دیکھو ہمیں لڑتے ہیں فوجِ شام سے

دامنِ اہل کسا چھوٹا اگر اخترؔ تو پھر
آگ کے شعلے ملیں گے مجلسِ اقوام سے

O

لطف ابھرا نبیؐ کے سینے میں
وقت نے سانس لی مدینے میں

چومتے ہیں نبیؐ نواسے کو
لطف آنے لگا ہے جینے میں

لاکھ طوفان ہوں ملے گی نجات
آلِ اطہارؑ کے سفینے میں

بادۂ الفتِ حسینی ہے
اتنی جلدی کرو نہ پینے میں

اِک دُرِ بے بہا ہے ابنِ علیؑ
آج اسلام کے خزینے میں

آج شبیرؑ کی بدولت ہے
نُور ایماں کے آبگینے میں

آؤ اخترؔ نبی کے در پہ چلیں
نور چمکا ہے پھر مدینے میں

O

وقت کی تقدیر چمکی ماہِ زہراؑ دیکھ کر
مسکرایا طور کا جلوہ یہ جلوہ دیکھ کر

ہم عقیدت مند ہیں ہم تو کہیں گے دل کی بات
پوچھو فطرس سے یہاں آیا تھا وہ کیا دیکھ کر

اُس کی ہمت چیر ڈالے گی پہاڑوں کا جگر
وقت نے انگڑائیاں لیں جس کا چہرہ دیکھ کر

کم نہ ہو گی عظمتِ دینِ پیمبرؐ کافرو
بات اب کرنا پیمبرؐ کا نواسا دیکھ کر

یہ بچائے گا کلامِ حق کی حرمت دھر میں
ناز ہے قرآں کو یہ قرآں کا پارہ دیکھ کر

کچھ کہیں اہلِ وفا سے اے نصیری کے خدا
کیا خیال آیا ہے دل میں اپنا بیٹا دیکھ کر

کچھ تو دیکھا ہی تھا جو اختر فلک سے آ گیا
لوگ آتے ہیں گھروں میں گھر کا رتبہ دیکھ کر

○

بات قرآں کی احادیث کا دم قائم ہے
آج شبیر سے سجدوں کا بھرم قائم ہے

دیتا ہی جائے گا شبیر کا مقصد دستک
دل میں جب تک ہوسِ ظلم و ستم قائم ہے

حلقِ شبیرؑ سے پیہم یہی آتی ہے صدا
چپ نہ بیٹھو ابھی بیدادِ ستم قائم ہے

کرتا جائے گا غمِ شاہ زمانے کی مدد
دل میں جب تک خلشِ ملکِ عدم قائم ہے

جس کو سجادؑ نے جاری کیا عالم کے لئے
وہ روش آج بھی بادیدۂ نم قائم ہے

نذرِ سر آج بھی دیتے ہیں حسینی جانباز
ابنِ زہراؑ کا وہ اندازِ کرم قائم ہے

جس کی عظمت کے لئے کٹ گئے عباس کے ہاتھ
اب بھی عباسؑ کی وہ شانِ علم قائم ہے

کیسے روداد غمِ شاہ چھپے گی اختؔر
حق بیانوں کا ابھی زورِ قلم قائم ہے

○

روک دی اس کی زباں بات نہ مانی اس کی
آج پھیلی ہے زمانے میں کہانی اس کی

بندشِ آب سے رکتا ہے کہیں عزم کہ آج
اُس کا دریا بھی ہے دریا کی روانی اُس کی

مختلف روپ میں ملتے ہیں فسانے اُس کے
گو مٹائی گئی اک ایک نشانی اُس کی

مضمحل کر نہ سکا وقت غمِ سرور کو
علی اکبرؑ کی جوانی ہے جوانی اُس کی

علی اصغرؑ کی شہادت میں نہ جانے کیا ہے
ایک ایک ذرہ سناتا ہے کہانی اُس کی

ظلم کی حد لبِ اصغرؑ کے تبسم سے ملی
بات سب کہہ گئی اک تشنہ دہانی اُس کی

ظلم فطرت کو دباتا ہے ہمیشہ اخترؔ
تم نہ گھبراؤ یہ عادت ہے پرانی اُس کی

O

کونین میں نبیؐ کے نواسے کا راج ہے
شبیرؑ سا کوئی نہ کبھی تھا نہ آج ہے

اسلام تو بقا کے لئے چار سو نہ دیکھ
جب مل گئے حسینؑ تو کیا احتیاج ہے

آئے اسے بھی صاحبِ عصمت کہیں گے ہم
فتحِ مباہلہ کا اگر سر پہ تاج ہے

کونین کی زباں پہ جو ہے نغمۂ درود
یہ سعیِ اہلبیتؑ کو حق کا خراج ہے

جس قلب میں سما گئی حبِ یزیدیت
پھر اُس مریضِ دل کا مرض لاعلاج ہے

پشتِ نبیؐ پہ عالمِ سجدہ میں بیٹھتا
بتلا رہا ہے طفل رسالتؐ مزاج ہے

پہچان اب ہے نسلِ حسینؑ و یزید کی
دیکھو کہاں سکون کہاں اختلاج ہے

لو یہ ہوا حسینؑ سے برگشتگی کا حال
پانی میں آج تخت ہے مٹی میں تاج ہے

اختر کتابِ زیست کا لکھتا ہے ماحصل
اب مدحتِ حسینؑ مرا کام کاج ہے

O

غموں کی دھوپ میں سایۂ کناں حسینؑ کا غم
جہاں تپش ہے وہاں سائبان حسینؑ کا غم

ہر ایک شے کو لیا کہنگی نے دامن میں
مگر جہاں میں ہے اب تک جواں حسینؑ کا غم

غمِ حسینؑ میں پنہاں ہے زندگی کا شعور
کہاں جہاں کے الم اور کہاں حسینؑ کا غم

کوئی پڑھے تو نکل جائے دل سے جبر کا خوف
ہر اک صدی کی ہے اِک داستاں حسینؑ کا غم

مقامِ قلبِ عزادار تو ذرا دیکھو
جہاں بنائے ہے اپنا مکاں حسینؑ کا غم

جفا میں دم نہیں اتنا کہ چھین لے ہم سے
بدن میں خوں کی طرح ہے رواں حسینؑ کا غم

ہر اِک شہید کی میت اُٹھا کے خود لاتا
زباں کر نہیں سکتی بیاں حسینؑ کا غم

نہ جانے کتنے الم دل پہ خامشی سے سہے
بنا ہے آج غمِ جاوداں حسینؑ کا غم

اُسی سے آج ہے قائم شعورِ آزادی
ہر ایک قوم کا اب ہے نشاں حسینؑ کا غم

کچھ اتنا محوِ غمِ شاہِ دیں ہوں میں اخترؔ
جہاں بھی آنکھ اُٹھائی وہاں حسینؑ کا غم

○

جب سے مشغول طبیعت غمِ شبیرؑ میں ہے
میں نے دیکھا ہے کہ سب کچھ مری تقدیر میں ہے

فائدہ کچھ نہیں قرآن کی تاویلوں سے
دین سمٹا ہوا اک آیۂ تطہیر میں ہے

کیوں بھٹکتا ہے ہر اک سمت تلاشِ حق میں
پورا اسلام عزا خانۂ شبیر میں ہے

جس کو عابدؑ نے پہن کر کیا طے اپنا سفر
اب وہ رودادِ سفر ماتمِ زنجیر میں ہے

اب جسے دیکھو وہ ہے ہمتِ اصغرؑ پہ نثار
تیر سے بڑھ کے اثر گردنِ بے شیر میں ہے

کارِ شبیرؑ کو زینب کے سفر سے پوچھو
رازِ قرآن کا قرآن کی تفسیر میں ہے

اس لئے دل میں نہیں حسرتِ جنت اخترؔ
سیرِ جنت کا مزہ روضۂ شبیرؑ میں ہے

O

جہاں میں پھیل گیا اتنا اختیارِ حسینؑ
ہر اک دیار کو کہتے ہیں اب دیارِ حسینؑ

نظام دیں نہ عطا کرتے خود نواسے کو
اگر رسول کو ہوتا نہ اعتبارِ حسینؑ

ذرا سی جان امامت کو دے گئی تنویر
تبسمِ علی اصغرؑ ہے یادگارِ حسینؑ

رضائے حق کی طلب میں ہو کربلا پہ نظر
لہو کے رنگ سے چمکا ہے کاروبارِ حسینؑ

جگر کا خون بتائے گا خود چمن کا نشاں
ان آنسوؤں میں ملے گی تمہیں بہارِ حسینؑ

گلے پہ کُند چھری زلزلے میں کون و مکاں
ابھی شروع ہوا ہی تھا اختیارِ حسینؑ

حسینیتؑ تو دل کائنات میں ہے مکیں
کہاں کہاں سے ہٹاؤ گے یادگارِ حسینؑ

قیاس کر چکا کتنے گمان و وہم کے وار
جہاں میں آج بھی قائم ہے اعتبارِ حسینؑ

ہر اک جہادِ پیمبرؐ کا رُخ سمیٹے ہے
بس ایک صفحۂ تاریخِ کارزارِ حسینؑ

خدا تو حشر میں پوچھے گا وجہِ غم اخترؔ
وہاں جو اشک بہائے گا سوگوارِ حسینؑ

○

غافل بشر کی فکر ہے ناقص کلام ہے
مدّاحیٔ حسینؑ رسالت کا کام ہے

حق سے فقط بتولؑ کو یہ مرتبہ ملا
بچہ جو اُن کی گود میں آیا امام ہے

نانا کی زُلف ہے جو نواسے کے ہاتھ میں
یہ کُلِ اختیارِ نبیؐ کی زمام ہے

سجدے میں پشتِ احمدِ مُرسل پہ ہیں حسینؑ
یارب نمازِ عشق کا اب کون امام ہے

مفہوم لفظ سبطِ نبیؐ نے بدل دیے
جو دُور ہے حسینؑ سے اب وہ غلام ہے

دُنیا میں حُبِ آلِ محمدؐ ہے وہ نماز
جس میں نہ قیدِ صبح ہے کوئی نہ شام ہے

دن رات تم امام بناتے رہو مگر
جس کو خدا امام کہے وہ امام ہے

تیور بتا رہے ہیں حسینی نگاہ کے
ظالم حکومتوں کی اطاعت حرام ہے

کرنا پڑے گا اہلِ جہاں کو یہ فیصلہ
جس میں نہیں حسینؑ وہ باطل نظام ہے

اختر نہ ہو جہاں شعرا کا فزوں وقار
اُس بزم کو تو دُور سے اپنا سلام ہے

مرتسم یوں دل کونین پہ ہے نام حسینؑ
اب کہیں سے ملے کہلائے گا پیغام حسینؑ

یا علیؑ کہہ کے کیا سجدہ آخر شہ نے
اب جو انجامِ علیؑ ہے وہی انجام حسینؑ

ظلمتِ قبر میں چمکیں گے مثالِ خورشید
داغ ماتم کے نہیں ہیں یہ ہیں انعامِ حسین

نشۂ صبرِ حسینی کی ذرا حد دیکھو
ظلم بڑھتا گیا چھلکا نہ مگر جامِ حسینؑ

کس فراست سے کیا فتح ضمیرِ عالم
علی اصغر کی زباں بن گئی صمصامِ حسینؑ

غور سے دیکھو تو وابستۂ اسلام ہیں سب
نامِ حق نامِ نبیؐ نامِ علیؑ نامِ حسینؑ

ہم کبھی دین میں کرتے نہیں تفریق اختر
جو ہیں احکامِ شریعت وہی احکامِ حسینؑ

O

علیؑ کی گود میں ابن علیؑ ہے
بلندی پر شعورِ زندگی ہے

گلِ زہرا کے کھلتے ہی چمن میں
رعونت کی کلی مرجھا گئی ہے

بلائیں لے رہا ہے دین اسلام
ادب سے اک طرف دنیا کھڑی ہے

نہ جانے کون سا شہکار ہے یہ
کہ جس کا منتظر قلبِ نبیؐ ہے

ذرا مولود کی عظمت تو دیکھو
جبینِ عرش قدموں پر جھکی ہے

نئے مفہوم جذبوں کو ملے ہیں
خوشی وہ ہے جو اب ان کی خوشی ہے

حسینی عزم کا ہے یہ نتیجہ
خدا کے بعد ہے تو آدمی ہے

قدم پر اس کے عظمت دو جہاں کی
سرِ اقدس پہ تاجِ سروری ہے

نماز اور پشتِ پیغمبرؐ پہ شبیرؑ
عبادت کی روش بدلی ہوئی ہے

جسے کہتے ہیں اختر جانِ زہراؑ
ہماری شاعری کی زندگی ہے

O

گلِ چمن ہی سے ہو گا چمن کا اندازہ
کرو حسینؑ سے اب پنجتن کا اندازہ

رہِ حیات میں اصلِ اصول دیں ہیں حسینؑ
اصول ہی سے کریں انجمن کا اندازہ

تمام عالم امکاں کی ہے نظر جس پر
اس ایک پھول سے کیجئے چمن کا اندازہ

کہیں مقام ہو روحِ وطن • حسینؑ ہی تھے
حسینؑ ہی کو فقط تھا وطن کا اندازہ

نفس نفس کے لئے جس کا دل دھڑکتا ہو
اسی کو ہو گا زمین و زمن کا اندازہ

کوئی ملائے تو ذروں کے خوں میں اپنا خوں
جگر کے خون سے ہوتا ہے فن کا اندازہ

جب اُن سے قبل نہ اندازہ تھا نہ تخمینہ
کرے کہاں سے کوئی پنجتن کا اندازہ

سوائے خالق ارض و سما کے اے اختر
کرے گا کون حسینؑ و حسنؑ کا اندازہ

O

اک قلبِ تپاں کی عالم نے دیکھی ہیں عجب تاثیریں بھی
بیمار کی قوت سے ڈر کر گھبرانے لگیں تقدیریں بھی

سجادؑ کو تنہا اہلِ حرم طے کیسے رستے کرتے ہیں
قرآنِ مبیں سے ہو کے جدا رہتی ہیں کہیں تفسیریں بھی

بیمار کو پہناتا ظالم زنجیریں لیکن یاد رہے
سجادؑ حزیں کے مقصد سے ہلکی ہیں بہت زنجیریں بھی

یہ شام کی فوجوں سے پوچھو کیا زور ہے نامِ حیدرؑ میں
ایسا بھی ہوا اس نعرے سے دم توڑ گئیں شمشیریں بھی

حیرت ہے پیمبر زادے سے اور ذکر ہو خوابِ بیعت کا
تبدیل اشاروں سے کر دے جو خوابوں کی تعبیریں بھی

تاریخ انہیں بھی کہتی ہے مسلم جن کا کردار یہ ہے
خنجر ہے گلوئے ایماں پر اور ہونٹوں پہ تکبیریں بھی

افسوس اُسی در پر دنیا نفرت کے شعلے لے کے گئی
دنیا نے بدلتے دیکھی تھیں جس در پہ سدا تقدیریں بھی

جو دیکھتے رہتے ہیں اختر ہر ایک کی آنکھوں کے تنکے
کاش اُن کو اپنی آنکھوں کی آ جائیں نظر شہتیریں بھی

○

کیا پوچھتے ہو سیرتِ سجادؑ میں کیا ہے
یہ مثلِ نبی کہدیں خدا ہے تو خدا ہے

رُخ ان کی عبادت کا نہیں ہے سوئے فردوس
فردوس تو سجاد کے زیرِ کفِ پا ہے

وہ وقت بھی تھا درد تھا اور قسمت سجادؑ
اب سارا جہاں درد ہے سجادؑ دوا ہے

آسان بہت ہے درِ سجادؑ کی پہچان
بس دیکھ لو جس جا سرِ جبریل جھکا ہے

نسبت سے بھی کرتے ہیں بزرگی کا تعین
پوتا ہے یہ اُس کا جو نصیری کا خدا ہے

بس عقدۂ مشکل پہ نہیں اس کا تصرف
آغوشِ شہِ عقدہ کُشا میں جو پلا ہے

حیدرؑ کے تصرف میں اگر سیف خدا تھی
سجاد کے قبضے میں یہاں تیغ دعا ہے

جس دن سے کہ پہنائی ہے سجادؑ کو زنجیر
زنجیر کا ماتم مرے ہر غم کی دوا ہے

○

تذکرہ کس کس کا ہو یہ مرحلہ ہے سامنے
کیا کروں میں مدحتِ زین العباؑ ہے سامنے

دستِ عابدؑ کی یہ مت سمجھو کہ طاقت گھٹ گئی
تیغ کی جھنکار لے کر اب دُعا ہے سامنے

اس لئے سجادؑ نے رکھا ہے صحرا میں قدم
یہ بتاتا ہے کہ حق کا راستا ہے سامنے

کارواں اہلِ مودّت کا بھٹک سکتا نہیں
جب تلک زین العباؑ کا نقشِ پا ہے سامنے

اہلِ محفل خانۂ حاجت روا میں ہے خوشی
اب دعا مانگو کہ جانِ مدعا ہے سامنے

گود میں بیٹے کو لیکر مطمئن شبیرؑ ہیں
آٹھ اماموں کی خبر کی مبتدا ہے سامنے

قلعۂ باطل نہیں یہ ہے عمارت دین کی
کون ڈھا سکتا ہے آلِ مصطفیٰؐ ہے سامنے

کس سے پوچھوں آج اختر خانۂ شبیرؑ میں
یہ کوئی بچہ ہے یا قرآں کھلا ہے سامنے

O

ظرف بن جائے اطاعت کا وہ ہے زین العباؑ
جو بھرم رکھے عبادت کا وہ ہے زین العباؑ

گردنِ تسلیم میں پہنے ہوئے طوقِ جفا
جو جھکا دے سر حکومت کا وہ ہے زین العباؑ

دشمنوں کے غول کو دیتا ہوا دل سے دعا
جو نشاں بن جائے رحمت کا وہ ہے زین العباؑ

آدمِ آلِ محمدؐ کی قبا پہنے ہوئے
جو تسلسل ہے سیادت کا وہ ہے زین العباؑ

ایک خطبہ قصرِ سلطانی کو لرزاں کر گیا
جو ہے دل جسمِ خطابت کا وہ ہے زین العباؑ
چومتا ہے کون اپنے پاؤں کی زنجیر کو
جو ہے قاطع بربریت کا وہ ہے زین العباؑ
صبر کی چادر لپیٹے مجمعِ مے خوار میں
جس نے دل رکھا شرافت کا وہ ہے زین العباؑ
اُسوۂ ختم الرسُل پہ چلنے والوں کے لئے
جو وسیلہ ہے شفاعت کا وہ ہے زین العباؑ
جس کے قدموں کو مسافت نے کیا جھک کر سلام
فخر ہے جو استقامت کا وہ ہے زین العباؑ
اک طرف شمشیر و خنجر اک طرف جانِ امام
معجزہ ہے جو امامت کا وہ ہے زین العباؑ
صاف کر کے چہرہ آدم سے گردِ بیکسی
جو سبق دے آدمیت کا وہ ہے زین العباؑ
جو فضائے بربریت میں لرزتے ہاتھ سے
چھین لے خنجر شقاوت کا وہ ہے زین العباؑ
اس کے قائم کے سبب قائم ہے نظمِ کائنات
جو ارادہ ہے مشیت کا وہ ہے زین العباؑ
فکر جس کی ہو سکی اختر نہ پابندِ رسن
آئینہ ہے جو شجاعت کا وہ ہے زین العباؑ

۞

شعروں میں مرے حُسن ہے رفعت ہے ادا ہے
یہ وصف مجھے مدحتِ باقر سے ملا ہے

یہ ہے اثر مدحتِ فرزند پیمبر
اب مجھ کو خبر ہے مری تقدیر میں کیا ہے

اس معرفتِ حق کے قرینے کو تو دیکھو
جب جان لیا ان کو تو جانا کہ خدا ہے

جو علم کے چرچے نظر آتے ہیں جہاں میں
یہ حضرت باقر کی بصیرت کی عطا ہے

جب ان کے وسیلے سے دعا ہوتی ہے مقبول
لے نام نہ ان کا تو یہ توہینِ دعا ہے

یہ سبطِ پیمبر کی ہیں آغوش کے پالے
در اُن کا جو مل جائے تو جنت کا مزا ہے

ہاتھوں میں وہی زورِ یداللہ کی تاثیر
ان کا رخِ انور ہے کہ قرآن کھلا ہے

رفتار وہ جیسے سفرِ حضرتِ جبریل
لہجہ وہ نبی جیسے کوئی بول رہا ہے

دنیا کے ستم کا یہ نتیجہ نہیں اختر
سر حضرتِ باقر کی اطاعت میں جھکا ہے

○

جو پیمبر کے گھرانے کی ثنا سے دور ہے
بس سمجھ لو اس بشر کا دل خدا سے دور ہے

روح صادق کی اسے خوشبو بھی مل سکتی نہیں
ایک لمحے کو اگر ان کی وفا سے دور ہے

جعفر صادق کریں گے حشر میں اس کی مدد
ہاں اگر وہ آدمی حرص و ہوا سے دور ہے

فقہ اسلامی کا حاصل ہو نہیں سکتا شعور
قلب جب تک جعفری آب و ہوا سے دور ہے

ذہن کا دعویٰ شفاعت خود کریں گے مصطفیٰؐ
دل کی یہ حالت کہ آلِ مصطفیٰؐ سے دور ہے

کھینچتی جس کو نہیں اجر رسالت کی کشش
وہ مدینے سے نجف سے کربلا سے دُور ہے

یہ مسلماں کی ذرا غفلت کی حد تو دیکھئے
خواہش جنت ہے اور آل عبا سے دور ہے

پھیر کر نظریں علیؑ سے اب یہ ملت کا ہے حال
مشکلیں گھیرے ہیں اور مشکل کشا سے دور ہے

کتنی بد انجام ہے اس قوم کی قسمت کہ جو
صادقِ آلِ محمدؐ کی صدا سے دور ہے

یہ بھی اختر کم نہیں سرکار صادق کے طفیل
تیرا ہر انداز شعر بدمزہ سے دور ہے

O

وفا پیکر اطاعت کا سمندر موسیٰ کاظم
جفا کے سامنے سدِ سکندر موسیٰ کاظم

مرا ذمہ اگر بارِ الم سر سے نہ ٹل جائے
ذرا دیکھو تو ہر مشکل میں کہہ کر موسیٰ کاظم

تعجب کیا اگر عرش زینب پہ یہ قدم رکھیں
ہیں اب دنیا میں ہمنامِ پیمبر موسیٰ کاظم

محمد نام ہے لیکن مثالِ نفسِ پیغمبر
لئے ہیں انگلیوں پہ غم کا خیبر موسیٰ کاظم

مقابل کیا بھلا ذرات بے حس کا تموج سے
زمانہ ریگ صحرا ہے سمندر موسیٰ کاظم

کریں آزاد ہو کر حکمراں لطف جہاں حاصل
بچائیں دین کو زنداں میں رہ کر موسیٰ کاظم

کوئی عباسیوں کا ذکر بھی کرتا نہیں منہ سے
مگر تحریر ہے دنیا کے دل پر موسی کاظم

کوئی بھولے سے بھی ہارون عباسی نہیں کہتا
سنا جاتا ہے بس اِک نام گھر گھر موسیٰ کاظم

چلو باب الحوائج پر دعائیں مانگنے اختر
بنا دیتے ہیں دم بھر میں مقدر موسیٰ کاظم

O

سمجھ میں آئے گا اس شخص کے مقامِ رضاؑ
پڑھے جو نادِ علیؑ اور کہے امامِ رضاؑ

جو کوئی اجرِ رسالت ادا نہیں کرتا
نہ اس کی صبحِ رضا ہے نہ اس کی شامِ رضا

اسی پہ حشر میں میزانِ عدل ٹھہری ہے
ملک ہیں قابلِ تعظیم یا غلامِ رضاؑ

کبھی خدا کی مشیت وہ پا نہیں سکتا
کلامِ حق سے جو کر دے جدا کلامِ رضاؑ

نہ ہو رسولؐ کی معراج کا یقیں جب تک
نہ بامِ عرش ملے گا کبھی نہ بامِ رضاؑ

جو چاہتا ہے مقدر اُسے سلام کرے
وہ لوحِ فکر پہ پہلے لکھے امامِ رضا

فقط یہ نام کی برکت نہیں ہے خون بھی ہے
علیؑ کو جان لو سمجھو گے پھر مقامِ رضاؑ

ملول حشر میں اغیار تھے مگر اختر
ہمیں تو مل گئی خُلدِ بریں بنامِ رضاؑ

O

جو امامِ رضاؑ کے پیارے ہیں
آسمانِ وفا کے تارے ہیں

اِک غریب الوطن مسافر سے
کتنے شاہانِ وقت ہارے ہیں

اِک طرف ہے نبیؐ کا لختِ جگر
اِک طرف تاج و تخت سارے ہیں

ہو کوئی خانماں خراب تو ہو
آج چودہ مکاں ہمارے ہیں

معجزہ یہ نہیں حقیقت ہے
ایک دریا کے بارہ دھارے ہیں

ہم تو یہ جانتے ہیں اے مولاؑ
تم خدا کے ہو ہم تمہارے ہیں

اے خدا مختصر ہے اپنا بیاں
ہم وفائے رضاؑ کے مارے ہیں

ہم تو سمجھے ہیں یہ نبیؐ و امامؑ
راہِ توحید کے اشارے ہیں

چل کے مشہد میں دیکھ لو اخترؔ
فرش پر عرش کے نظارے ہیں

O

مدحت کا جو رُخ مرکزِ عرفاں سے ملا ہے
یہ رنگِ سخن بولتے قرآں سے ملا ہے

مجو مرگ کوئی مدح رضاؑ کاٹ کے دیکھے
یہ تارِ ولا تارِ رگِ جاں سے ملا ہے

ہم کیوں نہ اُسے گلشنِ دنیا پہ دیں ترجیح
یہ پھول امامت کے گلستاں سے ملا ہے

اس گھر کا طواف اس لئے کرتے ہیں ملائک
زہراؑ کا مکاں خانۂ یزداں سے ملا ہے

آیا ہوں جو مشہد سے تو منبر پہ قدم ہیں
کیا اوج مجھے شاہِ خراساں سے ملا ہے

مر کر بھی نہ کم آلِ محمدؐ کی ہو الفت
ہم کو یہ سبق بوذرؓ و سلماںؓ سے ملا ہے

شیریں سخنی آئی جو میثمؓ کی زباں میں
یہ ذائقہ حُبِّ شہِ مرداںؑ سے ملا ہے

قرآن و ائمہؑ کی عطا میں نہیں کچھ فرق
جو ان سے ملا ہے وہی قرآں سے ملا ہے

اخترؔ قلم و لوح کا فن باپ نے بخشا
اور ذوقِ ثنا مجھ کو مری ماں سے ملا ہے

O

ملی جو خطۂ مشہد میں پُراثر خوشبو
مرے بدن سے نہ جائے گی عمر بھر خوشبو

بہت دنوں سے مجھے تھی درِ رضاؑ کی تلاش
اُسی طرف میں گیا لے گئی جدھر خوشبو

تلاشِ مسکنِ خوشبو میں در بدر نہ پھرو
جدھر ہیں فاطمہ زہراؑ کے گُل اُدھر خوشبو

مُحبِ آلِ نبیؐ سے یہ گُھل کے ملتی ہے
اسی سبب سے ہوئی اور معتبر خوشبو

نہ قلبِ دشمنِ حیدرؑ کو تازگی دے گی
نہ سوئے رِجس کرے گی کبھی سفر خوشبو

مشام جاں ہے معطر تو اب بضد ہے نگاہ
وہ چاہتی ہے کہ دیکھوں میں اک نظر خوشبو

اسی کے ساتھ چلا میری زندگی کا شعور
رہِ رضاؑ میں بنی میری راہبر خوشبو

یہ سات اماموں کے گلشن سے ہو کے آتی ہے
جبھی تو ڈھونڈتا پھرتا ہے اب بشر خوشبو

درِ امامؑ پہ میں ہو کے آ گیا اخترؔ
وہیں سے آئے گی اب میرے نام پر خوشبو

O

ارضِ رضاؑ میں یہ جو نئی آن بان ہے
چودہ صدی کے بعد بھی کلمہ جوان ہے

آ کر درِ رضاؑ پہ ہوا مجھ پہ انکشاف
جس پر زمانہ جھکتا ہے یہ وہ نشان ہے

سفیانیت کے جال سے واقف ہیں حق پرست
اسلام کو رضاؑ کی امامت پہ مان ہے

بیٹھا کسی کے در پہ ہے کوئی تو کیا ہمیں
ہم کو تو بس رضاؑ ہی کے در پر امان ہے

دنیا کا کیا موازنہ آلِ رسولؐ سے
وہ تو فقط زمیں ہے رضاؑ آسمان ہے

کہیے اسے ولایت نفسِ نبیؐ کا فیض
باقی جو کائنات میں اب تک اذان ہے

اسلام انقلاب کی منزل میں آ گیا
یہ دورِ انقلاب رضاؑ کا مکان ہے

اختر گنہ کی دھوپ نے جھلسا دیا تو کیا
محشر میں مغفرت کا رضاؑ سائبان ہے

O

ہو نہ جب تک سامنے حُبِ علیؑ کا آئینہ
دیکھ سکتا ہی نہیں کوئی تقیؑ کا آئینہ

جہل نے تیرے بنِ اکثم تجھے رسوا کیا
اب لئے بیٹھا رہ اپنی خود سری کا آئینہ

دیکھ ہی لو گے نویں مہر امامت کی کرن
صاف تو کر لو تم اپنی زندگی کا آئینہ

اعتبارِ فتح نے اسلام کے چومے قدم
آ گیا خیبر میں جب نادِ علیؑ کا آئینہ

کس طرح جہل حکومت بال اس میں ڈالتا
وہ تو تھا ابنِ رضاؑ کی آگہی کا آئینہ

فرق رکھتا ہی نہیں کوئی امامت کا جمال
وہ بزرگی کا ہو یا ہو کمسنی کا آئینہ

ٹوٹ کر آئینۂ خوابِ حکومت رہ گیا
جس گھڑی چمکا رُخِ ابنِ علیؑ کا آئینہ

جھلکیاں مدحِ تقیؑ کی اس میں آتی ہیں نظر
صاف ہے اختر تمہاری شاعری کا آئینہ

O

ہوئے جو اہل سعادت نقیؑ سے وابستہ
وہ تابہ حشر رہے زندگی سے وابستہ

رخِ امامؑ دہم کا کرے وہ پہلے طواف
جسے ہے شوق کہ ہو روشنی سے وابستہ

نقیؑ کو لاکھ مقید کیا حکومت نے
مگر وہ حق کی رہے بندگی سے وابستہ

کسی بھی جنگ میں مفتوح ہو نہیں سکتا
اگر بشر رہے تا دم علیؑ سے وابستہ

جھکے تمام امامؑ زماں کے قدموں پر
درندے ہوتے نہیں آدمی سے وابستہ

ہر ایک دور میں مومن کی یہ رہی پہچان
کبھی نبیؐ کبھی آلِ نبیؐ سے وابستہ

کیا کسی نے جو وابستگی کا مجھ سے سوال
جواب ہو گا امام نقیؑ سے وابستہ

چھپا کے کہہ سکیں ہم اپنا حال مولا سے
اسی لئے تو ہوئے شاعری سے وابستہ

کٹی ہے ایک ہی مسلک پہ زندگی اختر
بجز امام ہوئے کب کسی سے وابستہ

○

چراغِ سامرہ کی روشنی دے
الٰہی دل میں حُبِّ عسکری دے

چمک اٹھے فضائے قلبِ مومن
مرے شعروں کو وہ تابندگی دے

وہ دنیا چھوڑ کر مرتا نہیں ہے
امامِ وقت جس کو زندگی دے

ہے دل کا مدعا بابِ نقیؑ پر
تو چل اور چل کے آوازِ خوشی دے

سمجھ لو یہ امامت کا چمن ہے
جہاں پر پھول کی خوشبو کلی دے

دوائے غم کا جو تجھ سے ہو طالب
اسے تو نسخۂ نادِ علیؑ دے

تمنا ہے پڑھوں مولاؑ کے دَر پر
انہی کے سامنے ان کے قصیدے

علیؑ کے لال اتنی آرزو ہے
طبیعت کو مری دریا دلی دے

بزرگی اس کی کیا سمجھے گی دنیا
جسے بچپن میں خالق سروری دے

نہ ہو دوری جنابِ عسکریؑ سے
خدا اختر کو اتنی آگہی دے

○

عسکریؑ کے لال پھر حق موردِ آلام ہے
آپ ہی اس کو بچائیں آپؑ کا اسلام ہے

پیاس کے صحرا میں ہے پھر اُمتِ خیرالانام
اب اسے سیراب کرنا آپ ہی کا کام ہے

اے نبیؐ کے لختِ دل امداد فرمائیں کہ پھر
سر برہنہ دشت میں پھر غیرتِ اسلام ہے

ہم کسی جنت کی دُنیا میں تمنا کیوں کریں
آپ کے دروازۂ الفت کا جنت نام ہے

گردشِ کونین کیوں امت کے در پے ہے کہ جب
آپ ہی کی صبح ہے اور آپ ہی کی شام ہے

اپنے جانبازوں کا یہ طرزِ تکلم دیکھیے
یا رسولِ حق کا نعرہ یا خدا کا نام ہے

اس کی عظمت کیا کوئی سمجھے گا اختر دہر میں
جس کا ہر ہر قول اک گنجینۂ الہام ہے

O

آج وہ ہدایت کا شاہکار آیا ہے
جس کا نامِ نامی ہی مہدیؑ زمانہ ہے

وارثِ امامت کی شان تو ذرا دیکھو
ٹھوکروں میں خیبر ہے انگلیوں میں کعبہ ہے

واپسیں محمدؐ سے کی وفا نہ دنیا نے
حق نے اس محمدؐ کو خود چھپا کے رکھا ہے

عسکریؑ کے دلبر کی ہر ادا ہے اک آیت
خامشی میں صحرا ہے گفتگو میں دریا ہے

کیا طمانیت ہو گی جب نبیؐ یہ دیکھیں گے
مقتدی پیمبر ہے مقتدا نواسہ ہے

چاہتی ہے قدرت بھی اس سے اب اجازت لے
قافلہ قیامت کا اس کے در پہ ٹھہرا ہے

اُس کے نام کے قرباں یہ وہ اسمِ اعظم ہے
بھولیے تو دنیا ہے یاد ہو تو عقبیٰ ہے

کیوں نہ ذہنِ عالم پر اس کا رعب طاری ہو
جو ہے صاحب ہیبت یہ اسی کا بیٹا ہے

جو مری عقیدت کا اعتبار ہے اختر
وقت کی ردا اوڑھے میرے ساتھ رہتا ہے

O

نورِ مہدیؑ کیا کہیں کِس کِس جگہ مستور ہے
اِک کنارہ کوہِ فاراں اک کنارہ طور ہے

خواہشِ دیدار اتنی بے کلی اچھی نہیں
کیسے ہو جائے عیاں آخر خدا کا نور ہے

ہے امامت کا نبوّت سے بس اتنا فاصلہ
خانہ حق سے نبیؐ کا قلب جتنا دور ہے

عشق والو حُسنِ خودبیں کی کوئی منزل ہے یہ
یوں چھپے بیٹھے ہیں وہ جیسے کوئی دستور ہے

ہم اسیرِ در رہیں مولا، بس اب آ جایئے
وہ ہمیں منظور ہے جو آپ کو منظور ہے

آپؑ ہی کے دم سے قائم ہے نظامِ مصطفیٰؐ
آپؑ سے جو دور ہے وہ دین ہی سے دور ہے

اب رہے گا تا ابد اختر یہی قائم نظام
جو معطل ہو نہیں سکتا ہے یہ وہ دستور ہے

○

مَس ہو کے پائے ابنِ رسالت مآبؐ سے
ذرے کلام کرنے لگے آفتاب سے

کانٹوں سے کب کشید کیا ہے کسی نے آب
جب بھی عرق ملا ہے ملا ہے گلاب سے

اُس گھر کے ہر گلاب کی خوشبو کی خیر ہو
اچھا لگے جہاں کا پسینہ گلاب سے

مولاؑ مجھے بھی اذنِ حضوری نصیب ہو
میں وہ کرن ہوں دور ہے جو آفتاب سے

اپنا امامؑ محتسبِ کائنات ہے
جس کا کوئی نہ ہو وہ ڈرے احتساب سے

کچھ لوگ فخر خضرؑ کے دریا کو چھوڑ کے
آبِ حیات مانگ رہے ہیں حباب سے

تھوڑا سا وقت اے مری دنیا کے خیر خواہ
کہہ دوں میں اپنی ساری کہانی جناب سے

دیکھا تو پیشوائی کو حاضر ہے کائنات
نکلا تھا خاک مل کے درِ بوترابؑ سے

میں تو بتولِ پاک کے بچوں پہ ہوں فدا
اخترؔ مجھے غرض نہیں اپنے شباب سے

O

فضا ہو لاکھ مخالف مگر بیاں نہ رُکے
امامِ عصر کے مداح کی زباں نہ رُکے

اِسی کا نام ہے حکمِ امام کی تعمیل
جہاں وہ کہدے نہیں قافلہ وہاں نہ رُکے

زمانہ لاکھ گرائے عتاب کی بجلی
یہ اس کا حکم ہے تعمیرِ آشیاں نہ رکے

جنہیں طلب تھی کہ پہنچیں حضورؑ کے در پر
سفر میں لٹ گئے لیکن وہ کارواں نہ رکے

لبوں پہ لگ گئے تالے قدم میں زنجیریں
مگر امامؑ کی محفل کے ترجماں نہ رُکے

کٹھن تھی راہِ مودّت مگر علیؑ والے
کہاں کہاں نہ چلے اور کہاں کہاں نہ رُکے

ہے دل فروز بہت الفتِ امام کی آگ
مگر یہ شرط کہ دل میں کہیں دھواں نہ رُکے

زباں سے قلب کا حق بھی ادا کرو اختر
نمازِ عشق ہے واجب تو پھر اذاں نہ رُکے

O

نہ فضا کی نہ فلک کی نہ زمیں کی خواہش
وہ جہاں رہتے ہیں مجھ کو ہے وہیں کی خواہش

لیلتہ القدر کا اس واسطے آغاز ہوا
کچھ تو نکلے دلِ جبریلِ امیں کی خواہش

قائم آلِ محمدؐ سے کریں کیوں شکوے
ان کی غیبت ہی میں ہے مالکِ دیں کی خواہش

انتقامِ شہدا منہ سے نکلتا ان کے
پوچھتا کوئی اگر مہدیؑ دیں کی خواہش

کبھی چہرے کی زیارت کبھی در پہ سجدے
وہ نگاہوں کی تمنا یہ جبیں کی خواہش

دل میں رغبت ہو تو صامت کی بھی سُن لے آواز
لفظ بتلاتے ہیں قرانِ مبیں کی خواہش

کھینچتا ہے درِ دُنیا مری پیشانی عجز
جُھکنے دیتی ہی نہیں مجھ کو یقیں کی خواہش

سامرہ جا کے کرو اس کا مداوا اختر
دل کو تڑپائے جو اک روئے حسیں کی خواہش

O

اتنی سی بس حکایت عہد زمانہ ہے
حجت خدا کی اصل ہے باقی فسانہ ہے

غیروں نے جو امام بنائے تھے چل بسے
زندہ فقط ہمارا امامِ زمانہ ہے

مولا گزارشات کا رکھ لیجئے بھرم
حسرت کی کشتیوں میں عریضہ روانہ ہے

اشعار مدح لعل و گہر ہوں گے حشر میں
قارون دیکھ کتنا بڑا یہ خزانہ ہے

سُن لے زمانہ مٹ نہیں سکتے جہاں سے ہم
جب تک امام کی مددِ غائبانہ ہے

باقی کہاں ہے غاصبِ حق کا اتہ پتہ
ظالم خود اپنے تیرِ ستم کا نشانہ ہے

ڈھارس ہے مومنوں کو وجودِ امام سے
غیبت تو مثلِ عیسیٰ مریم بہانہ ہے

ذراتِ خاک زیرِ نگیں ہوں تو کچھ نہیں
سورج کو جو پلٹ دے امامِ زمانہ ہے

بحکمِ خدا سے ہو گا ظہورِ امامِ عدل
اللہ کا نظام بڑا عادلانہ ہے

شکرِ خدا کہ خم نہیں ہر در پہ اپنا سر
ہم مومنوں کے واسطے اک آستانہ ہے

اختر اسی کے ورد سے مل جائے گی مُراد
تسبیحِ فاطمہؑ کا جو محفوظ دانہ ہے

O

کسی کے دم نہ کرم کا نیاز مند ہوں میں
بلند امامؑ ہے میرا تو پھر بلند ہوں میں

یونہی تو پڑھتا نہیں شعر مدحِ مولا میں
ادائے اجرِ رسالتؐ پہ کاربند ہوں میں

ہیں اس کے دونوں برے دستِ حجتِ حق میں
جو ٹوٹ ہی نہیں سکتی ہے وہ کمند ہوں میں

بدن سے آتی ہیں میرے ولا کی خوشبوئیں
اسی لئے تو زمانے میں خود پسند ہوں میں

میں ڈھونڈتا ہوں موت کی انتہا کیا ہے
اس اعتبار سے اِک انتہا پسند ہوں میں

ملے نجات تو جی بھر کے پھر کروں مدحت
ابھی تو غم کدۂ زندگی میں بند ہوں میں

کہیں امام تو رُخ پھیر دوں زمانے کا
محاذِ صبر پہ وہ راکبِ سمند ہوں میں

مرے امام نے بخشا ہے مجھ کو جرأتِ حق
انہی کے دم سے تو بے خوف و بے گزند ہوں میں

مدینہ و نجف و کربلا زمیں پہ ہیں
برا نہیں ہے جو کہہ دوں زمیں پسند ہوں میں

بھلا امامؑ کہاں اور میں کہاں اخترؔ
وہ کوہِ عزم و عمل دانۂ سپند ہوں میں

○

چاہا کہ کچھ لکھوں گلِ نرجس کی شان میں
دیکھا لگا ہے قفل قلم کی زبان میں

کیسے لکھے زبانِ قلم اس کی منقبت
جس کی کوئی ادا بھی نہ آئے گمان میں

مجھ کو پڑی ہے کیا کہ وسیلہ کروں تلاش
جب تک ہے اِک وصی نبیؐ درمیان میں

وہ سوچ لیں تو گردش پرکار بند ہو
وہ دیکھ لیں تو تیر نہ ٹھہرے کمان میں

کیسے کروں نبیؐ کی میں سیرت سے انحراف
کیسے نہ لوں میں نام علیؑ کا اذان میں

جو مدحِ اہل بیت سے کترا رہے ہیں لوگ
دیکھو ضرور فرق ہے اُن کی زبان میں

کرنا نہ تم جلالِ امامؑ زماں کی بات
رکھ دیں گے وہ زمیں کا طبق آسمان میں

یوں تو الگ الگ ہیں یہ چودہ نفوس پاک
لیکن نہیں تضاد کسی کے بیان میں

اختر ہم اس کا ذکر کریں کیوں نہ رات دن
جس نے اثر دیا ہے ہماری زبان میں

O

سبب کچھ بھی ہو وجہ فخر حیدرؑ کا مکاں ٹھہرا
کسی منزل پہ تو آکر وفا کا کارواں ٹھہرا

یہ دنیا کس طرح اس کے عمل کو بھول سکتی ہے
امامِؑ وقت جس کی محنتوں کا قدر داں ٹھہرا

دلِ عباسؑ میں کوئی اہم ارماں مچلتا ہے
اجازت جنگ کی پاتے ہی وہ غازی کہاں ٹھہرا

وفا عباسؑ کی مانع تھی آبِ سرد پینے سے
جہاں بہتا تھا دریا سوچ کا دریا وہاں ٹھہرا

وہاں جاں تھی غازی کے لئے ٹھنڈک ترائی کی
اُسے پانی پلانا تھا وہ پانی میں کہاں ٹھہرا

جُھکایا تھا جسے شانے کٹا کر راہِ ایماں میں
علم عباسؑ کا دینِ خدا کا اب نشاں ٹھہرا

علیؑ کے شیر کو عرش وفا کہتا ہے کُل عالم
کہاں اس کے مقابل اس زمیں کا آسماں ٹھہرا

نیا بابِ وفا جب سے کیا تحریر غازی نے
تو پھر وہ اعتبارِ اُلفت اہلِ جہاں ٹھہرا

خدا کے اُنس کا ہمدم تصور کر نہیں سکتا
جسے ہم دور سمجھے تھے وہی نزدیکِ جاں ٹھہرا

وفائے حضرتِ عباس کے سائے میں اے اخترؔ
بڑا اچھا ہوا میرا جو اندازِ بیاں ٹھہرا

O

یہ وصفِ خاص ہے بس شیرِ مرتضیٰؑ کے لیے
انھیں خدا نے کیا منتخب وفا کے لیے

خلوص قلب سے جب تک نہ کہہ لیں یا عباسؑ
ہم اپنا ہاتھ اُٹھاتے نہیں دُعا کے لیے

نصیریو یہ ولی خدا کا ہے فرزند
اسے خدا کا نہ بیٹا کہو خدا کے لئے

کوئی کہیں بھی بنامِ وفا بلند کرے
عَلَم ہے وقفِ علمدارِ کربلاؑ کے لیے

مرے ہر ایک مرض کی دوا تو ہیں عباسؑ
میں کیوں کسی سے کروں التجا دوا کے لئے

حسینؑ کے لئے بالکل ہیں اس طرح عباسؑ
علیؑ کو جیسے چُنا حق نے مصطفیٰ کے لئے

وہ جانتے ہیں مرے دل کی کیا تمنا ہے
دُعا کی اب نہیں حاجت ہے مدعا کے لئے

بسی ہے دل میں علمدارِ شاہ کی الفت
مجھے زباں کی ضرورت نہیں وفا کے لئے

اگر ہے جرم کی حد میں محبتِ عباسؑ
تو ہم بھی آج ہی تیار ہیں سزا کے لئے

اُدھر اُدھر مجھے اختر ملی وفا کی مہک
جِدھر جِدھر میں پھرا اُن کے نقش پا کے لئے

O

خدا سے پا گئے اتنی بلندیاں عباسؑ
وہ آسمان ہے رکھ دیں قدم جہاں عباسؑ

قبول ہو نہیں سکتی کبھی نمازِ وفا
اگر نماز سے پہلے نہ دیں اذاں عباسؑ

اگر حسینؑ کو کہیے زبانِ پیغمبرؐ
تو جانشینِ پیمبرؐ کی ہیں زباں عباسؑ

شبابِ شیرِؑ خدا کا بنے جواب اک دن
پدر کی گود میں سُن سُن کے لوریاں عباسؑ

ذرا حسینؑ سے کوئی دلا دے اذن و غا
اُڑا کے رکھ دیں حکومت کی دھجیاں عباسؑ

وہ کب حسینؑ کے دامن کو چھوڑ سکتے تھے
کہاں یزید کی اوقات اور کہاں عباسؑ

کہیں ہوا ہے جدا متن سے کبھی مفہوم
حسینؑ حق کا صحیفہ ہیں ترجماں عباسؑ

نہیں امام مگر سر پہ تاج عصمت ہے
ہوئے امام کے اتنے مزاج داں عباس

یہ خاص وصف علمدار شاہ ہے اختر
جہاں جہاں بھی وفا ہے وہاں وہاں عباسؑ

O

کیا کہیں کس منزل توقیر پر عباس ہیں
اس طرف روئے مشیت ہے جدھر عباسؑ ہیں

روز عاشورہ تھی غازی کی نگاہوں میں فرات
بعد عاشورہ فرات ذہن پر عباسؑ ہیں

کب کٹے ہیں دین کی حرمت میں بازوئے سحر
یہ غلط ہے جو یہ کہتے ہیں سحر عباسؑ ہیں

مقصد آیات کی تفسیر سے بڑھتی ہے ضو
سورۂ کوثر ہیں شہ اُس کا اثر عباسؑ ہیں

یہ ہے اک ادنیٰ سا اعجازِ شہنشاہِؑ وفا
کٹ گئے بازو مگر دستِ ہنر عباسؑ ہیں

پھر کسی کو حق نہیں حاصل کرے وہ قیل و قال
جب امامِ وقت کہدے معتبر عباسؑ ہیں

حشر کے میداں میں کتنا سہل ہے اپنا پتہ
ہم تو اے اختر ادھر ہوں گے جدھر عباس ہیں

O

ایسا نہ ہو گا اور نہ کوئی دوسرا ہوا
عباسؑ پر وفا کا قلم ہے رُکا ہوا

کیا جنگ کی کہ پائے علمدارِ شاہ پر
فرقِ سپاہِ شام ہے اب تک جھکا ہوا

کچھ سوچتا ہے روضہ عباسؑ دیکھ کر
رکتا نہیں یہ نہر کے پانی کو کیا ہوا

ہوتا رہے گا ذکرِ وفا کائنات میں
جب تک حسینیت کا علَم ہے کھلا ہوا

دستِ جفا سے مٹ نہیں سکتا غمِ حسینؑ
عباسؑ کی وفا کا ہے پہرہ لگا ہوا

جس جا پہ ہو رہی ہے بپا مجلسِ حسینؑ
منبر پہ اِک علم بھی وہیں ہے لگا ہوا

یہ معجزہ نہیں ہے وفا کا تو پھر ہے کیا
عباسؑ وہ شجر ہے جو کٹ کر ہرا ہوا

اخترؔ ہر ایک دور نے باندھے ہزار بند
اترا نہیں کسی سے یہ دریا چڑھا ہوا

O

مدحِ اہلبیت کا جب سامنے دفتر کھلا
دہر کا سورہ کھلا یا سورۂ کوثر کھلا

دیکھ لی دشتِ وغا میں ثانی حیدر کی جنگ
شام والو اب تو رازِ قوتِ حیدر کھلا

چہرۂ عباسؑ پر ابھرا جو عکسِ مرتضیٰ
رہ گیا چرخِ بریں پر دیدۂ خاور کھلا

بن گئے عباس غازی جب امامت کی سپر
مقصد پیدائشِ لالِ شہِ خیبر کھلا

کیوں علیؑ نے خود دیا عباسؑ کو درسِ وفا
یہ وہ مقصد ہے جو دشتِ نینوا جا کر کھلا

کیوں نہ ہو ظرفِ وفا ممنونِ عباسؑ جری
اُن سے پہلے یوں وفاداری کا کب جوہر کھلا

جنگ میں عباسؑ کے تیور سے ہوتا ہے عیاں
کربلا میں پھر سے بابِ فاتحِ خیبر کھلا

حاجتیں خود پوری ہونے کے لئے بے چین ہیں
اہلِ دل آؤ دعاؤں کا نیا اِک در کھلا

ابنِ حیدرؑ نے اُٹھائی ہے وغا کرنے کو تیغ
مدتوں کے بعد پھر جبریل کا شہپر کھلا

خانہ حیدرؑ میں آج اُترا ہے مہتابِ وفا
اب رہے گا اس طرف ہی دیدۂ اختر کھلا

O

عباس ابنِ ختم رُسل کے وزیر ہیں
خیبر ہو سامنے تو جنابِ امیر ہیں

یہ زندہ معجزہ ہے علمدارِ شاہؑ کا
خود بے نیاز دستِ مگر دستگیر ہے

عباسؑ سے حسینؑ کے ہے بازوؤں میں زور
دنیا میں یہ کمان امامت کے تیر ہیں

مختص انہی کے گھر سے ہیں حاجت روائیاں
مشکل کشا پدر ہیں تو یہ دستگیر ہیں

شانِ وفا کچھ ایسی دکھائی کہ آج تک
عباسؑ ہی دیارِ وفا کے سفیر ہیں

اِک وقت تھا کہ جسم سے بازو جدا ہوئے
اب اُن کے بازوؤں میں زمانے اسیر ہیں

آسان ہو گیا ہے دلِ ہر بشر کا راز
جو اُن سے پھر گئے ہیں وہی بے ضمیر ہیں

سبطِ نبیؐ و ابنِ علیؑ میں یہ ربط ہے
جوشن کبیر وہ ہیں یہ جوشن صغیر ہیں

اندازِ جنگ دیکھ کے کہتی تھی فوجِ شام
عباسؑ یہ نہیں ہیں جنابِ امیرؑ ہیں

اختر رہے خیال یہ اُن کی ہے منقبت
جن کے شاگروں میں انیس و دبیر ہیں

O

بڑھ گئی ہے زیست کی جلوہ گری عباسؑ سے
اے زمانے مانگ لے اب زندگی عباسؑ سے

بھائیوں میں ارتباطِ باہمی تو دیکھئے
جو ملا شبیر سے پایا وہی عباسؑ سے

ہم نہ کیوں عباسؑ کا کلمہ پڑھیں شام و سحر
ہم نے دل سے جو بھی شے مانگی ملی عباسؑ سے

آ نہیں سکتا کبھی شہرِ وفا میں زلزلہ
ایسی بنیادِ وفا قائم ہوئی عباسؑ سے

اک اطاعت کا فریضہ تھا ملا عباسؑ کو
اک وفا کی رسم تھی وہ بھی چلی عباسؑ سے

کائنات زیست حاضر ہے درِ عباسؑ پر
تو بھی تو کچھ مانگ لے اے زندگی عباسؑ سے

کر چکا قبضہ ترائی پر علمدار حسینؑ
اب ترائی لے نہیں سکتا کوئی عباسؑ سے

کیا بڑھاتی قدر و قیمت تشنگی عباسؑ کی
تشنگی کی قدر و قیمت بڑھ گئی عباسؑ سے

کم نہیں اختر یہ احسانِ دلِ اُم البنینؑ
تا قیامت دین لے گا روشنی عباسؑ سے

O

ہر بلندی کا ہیں نشاں عباسؑ
خاکِ دنیا ہے آسماں عباسؑ

اب بھی وابستۂ امامت ہیں
وہیں شبیرؑ ہیں جہاں عباسؑ

اک نجاست ہے اک طہارت ہے
فوجِ باطل کہاں، کہاں عباسؑ

دہر کا کیا مقابلہ اُن سے
عارضی دہر جاوداں عباسؑ

گلستاں ہے خدا کے شیر کا گھر
اور اِس گلستاں کی جاں عباسؑ

رہبرِ کارواں حسینؑ کا دل
مردمِ چشمِ کارواں عباسؑ

دیں کا مسکن ہے خانۂ شبیرؑ
سجدہ شبیرؑ ہیں اذاں عباسؑ

چار جانب ہے عصمتوں کا حِصار
یوں ہیں کعبے کے درمیاں عباسؑ

جھیل میں جیسے کھل گیا ہو کنول
گود میں یوں ہیں ضوفشاں عباسؑ

ذرۂ خاک سے بنے اخترؔ
جس پہ ہو جائیں مہرباں عباسؑ

O

یوں لبد اثار شہرت ہو گئی عباسؑ کی
اب جنابِ خضر ناپیں زندگی عباسؑ کی

تشنہ دریا کی بجھائی پیاس پانی پھینک کر
بڑھ گئی دریا سے بھی دریا دلی عباسؑ کی

لو بڑھاتا جا رہا ہو جب حسینؑ آفتاب
ماند ہو سکتی نہیں ہے روشنی عباسؑ کی

مرضیِ آقاؑ میں شامل ہو گیا اتنا غلامؑ
جو خوشی شبیرؑ کی ہے وہ خوشی عباسؑ کی

ہو گئی ہیں لازم و ملزوم دونوں حشر میں
اب وفا کی زندگی اور زندگی عباسؑ کی

فرق دونوں میں امامت کا ہے ورنہ ہو بہو
جو علیؑ کی خواہشِ دل ہے وہی عباسؑ کی

نہر کا احسان کیا لیتا بقا کے واسطے
بن گئی آبِ بقا خود تشنگی عباسؑ کی

اس لیے دادِ شجاعت شہؑ نے دی اختر بہت
جنگ تھی یا وقت پر تھی برتری عباسؑ کی

O

اپنا جو تعلق ہے درِ آلِ عباؑ سے
جو چاہوں طلب کر کے دکھا دوں میں خدا سے

عباسؑ کے پرچم کو میں گرنے نہیں دونگا
کٹتے ہیں تو کٹ جائیں مرے ہاتھ بلا سے

شبیرؑ کے مقصد کو ملی دائمی پرواز
کونین میں عباسؑ کے پرچم کی ہوا سے

خواہش ہے اگر دل بھی جھکے ساتھ جبیں کے
کعبے سے کہو بات کرے کرب و بلا سے

کیوں اس کی طلب میں مرے دن رات بسر ہوں
جب خلد ہے کم ان کے نقوشِ کفِ پا سے

دنیا کی وفا وزن میں نکلے گی بہت کم
تولو ذرا سقائے سکینہؑ کی وفا سے

کون اس کے مقدر کی رسائی کا کرے ذکر
پیدا جو ہوا فاطمہؑ زہراؑ کی دعا سے

پروانہ جنت کی اسے فکر نہ ہو گی
مَس جس نے کیا اپنی جبیں خاک شفا سے

کہتے نہیں جو عقدہ کشا ابن علیؑ کو
سوچیں تو بغاوت ہے یہ آئین وفا سے

اختر درِ عباسؑ علیؑ دور نہیں ہے
غازی کا پتہ پوچھ لو دریائے بقا سے

O

یہ فیصلہ تو خطبۂ خیر البشرؐ میں ہے
جو بات شہر میں ہے وہی بات در میں ہے

تیرا کوئی جواب نہیں اے غدیرِ خم
ہر صبح کا جمال تری دوپہر میں ہے

میں سر کے بل بھی آؤں گا اے محفلِ غدیر
دونوں جہاں کا چین تری رہگزر میں ہے

انسانیت کی آبرو ایماں کی روشنی
سب کچھ علیؑ کی مدح کے لعل و گہر میں ہے

سورج نے جس کو بڑھ کے گلے سے لگا لیا
ایسا بھی ایک چاند نگاہِ سحر میں ہے

اخترؔ کو زندگی کے اندھیروں کا ڈر نہیں
شمعِ غدیرِ خُم کا اُجالا نظر میں ہے

○

نصرانیوں نے دیکھ کے انوارِ پنجتنؑ
مانا کہ حق سرشت ہے کردارِ پنجتنؑ

انسان کی مجال نہیں ہے گرا سکے
اللہ نے اٹھائی ہے دیوارِ پنجتنؑ

یہ عرش کیا ہے پنجتنؑ پاک کی نگاہ
یہ دہر کیا ہے نقطہ افکارِ پنجتنؑ

خطرہ رہا نہ مر کے سوال و جواب کا
جس نے کیا خلوص سے اقرارِ پنجتنؑ

چھوڑا اگر انہیں تو کہیں کا نہیں رہا
انکارِ ذوالجلال ہے انکارِ پنجتنؑ

ہم کو تو ڈر نہیں کوئی محشر کی دھوپ کا
ہم ہوں گے اور سایۂ دیوارِ پنجتنؑ

گزرے جہاں سے حضرتِ یوسفؑ بقید ہوش
وہ تھی ذرا سی گرمئ بازارِ پنجتنؑ

اللہ سے ہی پوچھیے پھر ان کا مرتبہ
جبریلؑ جب ہوں خادمِ دربارِ پنجتنؑ

اختر مباہلے میں نصاریٰ جو بچ گئے
مہدیؑ کریں گے اصل میں پیکارِ پنجتنؑ

O

نجران کے میدان سے یہ راز کھلا ہے
وحدت کا بھرم تذکرۂ آلِ عباؑ ہے

چہروں پہ نظر ڈال کے پانی ہوئے دشمن
یہ فتح بتاتی ہے محمدؐ کا خدا ہے

اِک خیر نسا بھی ہے پیمبرؐ کی مدد کو
دشمن سے لڑائی کا یہ انداز نیا ہے

دیکھو ذرا اس جنگ میں بچوں کا تو کردار
کہنے کو تو سن کم ہے مگر کام بڑا ہے

سب چھوڑ دو، بخشش کے لئے اہلِ ولا کی
اسلام میں اک فاطمہؑ زہراؑ کی ردا ہے

اس معرکے میں بہرِ مدد حق کے نبیؐ نے
پہلے پہل قرآن کے پاروں کو لیا ہے

اسلام کی ہر جنگ میں تلوار تھی شامل
اخترؔ مگر اس جنگ میں شمشیرِ دعا ہے

❀

ادارے کی دیگر کتب

☆ آغا صاحب — ڈاکٹر شبیہ الحسن

(ڈاکٹر آغا سہیل کی شخصیت وفن)

☆ وحید عصر — پروفیسر عباس رضا

(سید وحید الحسن ہاشمی کی شخصیت وفن)

☆ شام وسحر کی باتیں — ڈاکٹر شبیہ الحسن

(ماہنامہ شام وسحر لاہور کے اداریے)

☆ آیات آمنہؑ — ڈاکٹر شبیہ الحسن

(قیصر بارہوی کے ایک مرثیہ کی تدوین)

☆ کوئی صحرا میں بنائے مقتل — سید وصی الحسن نقاش

(سلام ومناقب)

☆ کلیات حبیب — ڈاکٹر شبیہ الحسن

(حبیب جونپوری کے کلام کی تدوین)

☆ تشنہ لب ہے حسینؑ — سید وصی الحسن نقاش

(سلام)

☆ العطش (جلد اوّل، دوم، سوم) — سید وحید الحسن ہاشمی

(مراثی)

☆ یادیں مہک اٹھیں — پروفیسر عباس رضا

(پروفیسر مختار ترابی کی یاد میں)

حروفِ مدحت

⌘

اختر ہاشمی

⌘

الحسن پبلی کیشنز

۲۵۳-ایف رحمان پورہ لاہور-پاکستان

اختر ہاشمی ایک ایسے خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں، شاعری جن کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ ان کے دادا سیّد شبیر حسن صفا الہ آبادی، والد حبیب جونپوری، چچا سیّد وحید الحسن ہاشمی بھائی ڈاکٹر سیّد باقر زیدی، نقاش ہاشمی اور عرفی ہاشمی صاحب طرز شاعر اور تخلیق کار ہیں۔ اختر ہاشمی نے اپنی بے پایاں صلاحیتوں کے باوجود اپنے اجداد کے ورثے سے کما حقہ، استفادہ کیا اور آج وہ آسمانِ شاعری پر اختر تاباں کی طرح جگمگا رہے ہیں۔

اختر ہاشمی ایک بلند فکر شاعر ہیں۔ ان کی مدحیہ شاعری میں محمد ﷺ و آلِ محمدؐ سے والہانہ عقیدت کا اظہار ملتا ہے۔ یہ عقیدت محض ہمارے سطحی جذبات کو سیراب نہیں کرتی بلکہ اس میں علوئے فکر بھی ہے اور اظہار بیان میں ایسی قدرت ہے کہ خیال دل میں پیوست ہوتا چلا جاتا ہے۔ آپ اس کتاب کا مطالعہ فرمائیے اور دیکھئے کہ اختر ہاشمی نے کس طرح نادر خیالات کو سادہ و دلنشیں انداز میں پیش کیا ہے۔ میرے نزدیک اختر ہاشمی پر محمد ﷺ و آلِ محمدؐ کی یہ خاص نوازش ہے ورنہ یہ صلاحیت ہر کس و ناکس کے حصے میں نہیں آتی۔

جب سے کھائی ہے درِ آلِ محمدؐ کی ہوا
میرے اشعار چمکنے لگے اختر کی طرح

پروفیسر ڈاکٹر شبیہ الحسن
استاد شعبۂ اردو
گورنمنٹ ایف سی کالج، لاہور۔

